حضرت تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں چند استفسارات [حصہ اول]

اب کافرانہ سوالات البلاغ میں کیوں شائع نہیں ہوتے؟

مکرم و محترم جسٹس تقی عثمانی صاحب کے استاد محترم محمد حسن عسکری صاحب نے ہندوستان کے معروف محقق و نقاد شمس الرحمان فاروقی کے نام ۳/جولائی ۱۹۶۹ء کو البلاغ کے حوالے سے ایک خط لکھا تھا یہ خط نہایت اہمیت کا حامل ہے:

البلاغ کے لیے کافرانہ مضامین لکھوایے: تقی عثمانی

''آپ نے اسلام کے بارے میں جو باتیں لکھی ہیں وہ نہ تو کافرانہ ہیں نہ غیر ذمہ دارانہ۔ بلکہ مولوی محمد تقی عثمانی صاحب تو سال بھر سے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ذہین اور نوجوان ادیبوں سے اسی قسم کے ''کافرانہ'' مضامین لکھو کر ''البلاغ'' میں چھپوا دوں تا کہ علماء کو یہ پتہ چلے کہ نوجوان کس طرح سوچتے ہیں۔ اگر آپ عنایت فرمائیں تو ایک چھوٹا سا مضمون اسی موضوع پر بے تکلفی سے لکھ دیجیے اور جو چاہے لکھ دیجیے۔ آپ کہیں گے تو آپ کے نام سے شائع ہو جائے گا ورنہ بغیر نام کے۔ دراصل آپ نے کچھ بھی کافرانہ باتیں نہیں کیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہ نے کانپتے ہوئے یہ عرض کیا کہ ہمارے دل میں ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ اگر زبان سے ادا کریں تو ڈر ہے آسمان سے آگ برسنے لگے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، یہ تو عین ایمان کی علامت ہے۔'' [مکاتیب عسکری بنام شمس الرحمٰن مرتبہ شیما مجید، ص ۱۹۶]

شمس الرحمان فاروقی ستر کی دہائی میں دائیں اور بائیں بازو کی کشمکش کے باعث اسلام کے بارے میں بے شمار شبہات کا شکار تھے اور اپنے شکوک و شبہات کا اظہار حسن عسکری کے نام خطوط میں کرتے عسکری صاحب ان مباحث پر محترم تقی عثمانی صاحب سے گفتگو کرتے تا کہ نوجوان نسل کے شکوک کا ازالہ ہو سکے۔

اسلامی بینکاری پر اعتراضات پر خاموشی کیوں؟

محترم تقی عثمانی صاحب کی یہ وسعت، فراخی اور اسلام پر ذہنوں میں اٹھنے والے اعتراضات کو سننے، شائع کرنے بلکہ علماء کو سنانے، پڑھانے کا یہ جذبہ دو ہزار چھ کے آتے آتے ختم کیوں ہو گیا؟ خصوصاً بلا سود بینکاری کے ضمن میں نوجوان نسل، علماء اور محققین کے ذہنوں میں اٹھنے والے اعتراضات و سوالات کا ذکر البلاغ میں کرنے سے مکمل گریز کیا جا رہا ہے جب کہ سود کی حرمت کا معاملہ اللہ سے کھلی کھلی جنگ کا معاملہ ہے یہ اللہ سے

بغاوت ہے۔ اسلامی بینکاری پر اٹھنے والے اعتراضات کے بارے میں جسٹس تقی عثمانی صاحب کی مسلسل اور مستقل خاموشی نہایت خطرناک اور امت مسلمہ کے لیے صرف حیرت ناک ہی نہیں اذیت ناک ہے۔ اگر ستر کی دہائی میں اسلام پر نوجوانوں کے اعتراضات کی البلاغ میں اشاعت کے لیے دعوت عام تھی تو سن دو ہزار چھ میں یہ دعوت بلاسود بینکاری پر اٹھنے والے اعتراضات کے لیے کیوں ختم ہوگئی ہے؟ اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ ستر میں تقی عثمانی صاحب اسلام پر اعتراضات کا جواب دینے کے لیے پر اعتماد تھے، اب وہ اعتماد سے محروم ہیں اور بلاسود بینکاری کا دفاع کرنے سے قاصر ہیں۔ سود اللہ سے کھلی جنگ ہے اس موضوع پر چھوٹے سے چھوٹے اعتراض کا جواب بھی تقی عثمانی صاحب کو براہ راست دینا چاہیے اور البلاغ میں مستقل اس حوالے سے شکوک کا ازالہ کرنا چاہیے۔ کیا محترم تقی عثمانی صاحب کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ بلاسود بینکاری پر اٹھنے والے اٹھائے جانے والے ایک ایک اعتراض اور عائد کیے جانے والے ایک الزام کا البلاغ میں ناقدانہ جائزہ لیں اور اس موضوع پر علماء و مفکرین سے مسلسل گفت وشنید مکالمہ کرتے رہیں تاکہ اگر اسلامی بینکاری حلال ہے تو امت کو شرح صدر حاصل ہوجائے اور حرام ہے تو تقی عثمانی صاحب اس سے الگ ہوجائیں۔ کیا تقی عثمانی صاحب مصر میں اسلامی بینکاری کے آغاز اور خاتمے کے انجام سے ناواقف ہیں؟ کیا وہ ساٹھ کی دہائی میں محمد احمد صاحب کے اس اسلامی بینک سے ناواقف ہیں جو کراچی میں کھولا گیا تھا وہ تجربہ کیوں ناکام ہوگیا؟ کیا وہ اپنے اساتذہ اسٹیٹ بینک کے زماں صاحب اور محمد حسین چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ سے بھی ناواقف ہیں جن سے حضرت عثمانی نے بینکاری اور مغربی معیشت کے ابتدائی اسباق لیے ان بینکاروں نے اپنے تجربات کی بنیاد پر اسلامی بینکاری کو حرام قرار دے کر تقی عثمانی صاحب سے علیحدگی اختیار کرلی، لیکن شاگرد محترم اساتذہ کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑنے پر تیار نہیں؟ کیا تقی عثمانی صاحب جناب ارشد زمان صاحب کے اس خط کو بھول گئے جس میں اسلامی بینکاری کے ایک ایک جزو کا اسلامی فقہ کی روشنی میں جائزہ لے کر زمان صاحب نے ثابت کیا کہ اسلامی بینکاری سراسر سودی بینکاری ہے اور اپنی حیثیت حقیقت، ماہئیت ہدف مقصد منزل طریقے اسلوب، مزاج، فطرت، طبیعت، طنیت، سرشت میں سودی بینکاری اور مغربی کافرانہ معیشت سے بالکل مختلف نہیں۔ اس خط کا جواب حضرت تقی عثمانی آج تک نہ دے سکے۔ ارشد زمان صاحب کی یہ شرافت ہے کہ انھوں نے اکرام علماء کے جذبے کے تحت یہ خط آج تک شائع نہ کرایا زمان صاحب کے اعتراضات ساحل کے اعتراضات نہیں تھے بلکہ ایک دیرینہ واقف راز، مغربی معیشت اور اسلام کے شناور اسلامی فقہ سے واقفیت رکھنے والے ماہر شخص کے اعتراضات تھے، ان کی تشہیر بھی نہیں کی گئی نہ زمان صاحب نے تقی عثمانی صاحب کو بدنام کیا نہ ان کے خلاف کوئی مہم چلائی، لیکن اس سادہ مسلمان کے اعتراضات، شبہات، استفسارات پر مبنی خط کا جواب کیوں نہیں دیا گیا؟ کیا حضرت والا کو مصر میں اسلامی بینکاری کے عروج و زوال کی داستان کا علم نہیں، جب تک اسلامی بینک لوگوں کو بازار سے زیادہ منافع دیتے رہے یہ بینکاری کامیاب رہی، جیسے ہی منافع کی شرح کم ہوئی لوگوں نے بینک سے روپیہ نکلوالیا اور بینک دیوالیہ ہوگیا۔ کیوں کہ بینکاری کے نتیجے میں ایک خاص قسم کی سرمایہ دارانہ ذہنیت لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتی ہے جسے حرص، ہوس، حسد تکاثر کہا جاتا ہے لوگ کنز جمع کرنے لگتے ہیں اور ان کی زندگی کا مقصد صرف پیسے سے پیسہ کمانا رہ جاتا ہے، دین کا بنیادی کام رذائل اخلاق کا خاتمہ اور آخرت کی تیاری کی فکر ہے کہ نفس آلائشوں سے پاک ہوکر مالک

الملک کے حضور حاضر ہونے کے قابل ہو سکے۔ انسانوں اور جنوں کو عبادت رب کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔ ہر وہ کام فعل عمل جو عبادت رب کی راہ میں رکاوٹ ہے اور آخرت کی یاد سے غافل کر دے وہ اسلام کی نظر میں مذموم، حرام اور نا جائز ہے۔ قرآن کریم نے سود کی شدید مذمت کی ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ زر کی محبت دین ایمان اور عمل کی قاتل ہے۔ حُب آخرت اور نجات کی قاتل ہے لہٰذا انفاق کو دینی زندگی میں کلیدی اہمیت دی گئی ہے اور معاملات وعبادات میں غفلت کی سزا جگہ جگہ مالی رکھی گئی ہے، وہ دل جو زر کی محبت میں مبتلا ہو کبھی اللہ کی محبت اور آخرت کی محبت سے پیوستہ نہیں ہو سکتا۔ زر پرستانہ ذہنیت استحصال کے دروازے کھولتی ہے لہٰذا سود کی ممانعت اور انفاق کی قدم قدم پر تاکید کے ذریعے زر پرستی کا خاتمہ کیا گیا اب بلا سود بینکاری کے ذریعے دنیا پرستی اور زر پرستی کی محبت پیدا کی جا رہی ہے۔ لوگوں کو نئی گاڑیاں، نئے مکان عالیشان محل قرضے پر مہیا کرنے کی کھلم کھلا دعوت دی جا رہی ہے اور اسے اجارہ اور کرایہ کا نام دے کر لوگوں کو اس پرتعیش زندگی میں مبتلا کر دیا گیا ہے جس کے خاتمے کے لیے رسول کریم ﷺ تشریف لائے تھے۔ دنیا کی تاریخ کا یہ عجیب لطیفہ ہے کہ گاڑی کا مالک اور مکان کا مالک کرایہ خود لینے کے بجائے بینک کو دے رہا ہے اور عین اسلامی ہے اور اس کی عقلی دلیل یہ دی جا رہی ہے کہ بچہ زنا سے بھی ہوتا ہے اور نکاح سے بھی ہوتا تو بچہ ہے بس طریقہ بدل جانے سے بچہ حلالی و حرامی ہو جاتا ہے لہٰذا اگر گاڑی اور محل سودی بینک سے لو گے تو حرام ہوگا۔ اسلامی بینک سے یا میزان سے لو گے تو حلال ہو جائے گا کیونکہ طریقہ کار بدل گیا۔ لہٰذا وہاں کا حرام یہاں حلال ہو گیا۔ یہ دلیل خوبصورت شاعری کے سوا کچھ نہیں، جیسا کہ جذبی نے کہا۔ یہ جناب شیخ کا فیصلہ بھی عجب ہے سارے جہان سے، جو یہاں پیو تو حرام ہے جو وہاں پیو تو حلال ہے۔

اسلامی بینکاری پر اعتراضات کا جواب دینے سے گریز:

اسلامی بینکاری میں عملی نقائص کا اعتراص کر لیا گیا:

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے تایا زاد بھائی اور نائب مفتی دار العلوم کورنگی جناب محمود اشرف عثمانی بن ذکی کیفی نے حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے دفاع میں لکھے گئے کتابچے ''اسلامی بینکاری ایک حقیقت پسندانہ جائزہ'' پر تقریظ میں واضح طور پر اعتراف فرمایا ہے کہ اسلامی بینکاری پر آج تک دینی اور مخلص طبقات کی جانب سے جتنے بھی اعتراضات ہوئے ہیں ان کا جواب کبھی کسی مضمون یا تحریر کے ذریعے دینے کی کوشش اب تک نہیں کی گئی۔ [ص ۷، اسلامی بینکاری حقیقت پسندانہ جائزہ] لیکن اس اعتراف کے ساتھ ساتھ یہ اعتراف بھی کیا گیا ہے کہ اسلامی بینکاری پر جو تنقیدات ہوئیں ان کو ہمیشہ توجہ سے سنا اور پڑھا گیا اور اس میں کوئی بات اگر عملی طور پر قابل قبول ہوئی تو اسے قبول کرنے سے کبھی پرہیز نہیں کیا گیا۔ [ص سات، مذکورہ کتاب] اس اعتراف سے یہ اعتراف خود بخود جنم لیتا ہے کہ کم از کم اسلامی بینکاری میں عملی طور پر نقائص تھے جو تنقید ہوتے ہی دور کر دیے گئے لیکن سوال یہ ہے کہ اس تنقید کو تسلیم کر کے اس کا تحریری جواب کیوں نہ دیا گیا اور تحریری اعتراف سے گریز کیوں کیا گیا؟ ایک جانب محترم تقی عثمانی صاحب ۱۹۷۰ء میں حسن عسکری کے ذریعے دنیا بھر کے مسلم نوجوانوں سے کافرانہ مضامین لکھوا کر البلاغ میں شائع کرنے کی دعوت دیتے ہیں تا کہ علماء کو پتہ چلے کہ نوجوان کس طرح سوچتے ہیں، دوسری جانب سودی کاروبار میں اسلام کی پیوند کاری کرتے ہوئے جب اعتراضات سامنے آتے ہیں تو ان کا جواب دینا تو درکنار ان اعتراضات استفسارات کو البلاغ میں نہ شائع کرتے ہیں نہ ان کا ذکر کرتے ہیں اور خامشی سے عملی طور پر اپنی اصلاح بھی فرما لیتے

ہیں۔ایک انتہاوہ تھی جو ۱۹۷۰ء میں تھی دوسری انتہا یہ ہے جو ۲۰۰۶ء میں ہے۔

اسلامی بینکاری کے ذریعے اصلاً حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب نے خطائے اجتہادی فرماتے ہوئے مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام اور سودی معیشت اور حرص وحسد کے طرز زندگی کو اسلامی جواز دینے کی کوشش کی ہے۔ان کا نقطۂ نظر معذرت خواہانہ ہے وہ مغرب کی تہذیب نظام اور طرز زندگی اور اس کی علمیت سے نکلنے والے اداروں کو تہس نہس کرنے کے بجائے مغربی نظام زندگی کو فطری آفاقی غیر اقداری سمجھ کر مغرب کے اندر اسلام کے وجود کا جواز تلاش کر رہے ہیں۔ یہ اجتہاد اصلاح انقلاب کا نہیں تحلیل کا عمل ہے۔ اسلامی تاریخ، تہذیب،تمدن اور اسلامی علمیت سے اسلامی شخصیت اور اسلامی ادارے جنم لیتے ہیں۔مغرب کی تہذیب وعلمیت سے مغرب کے ادارے اور مغرب کی شخصیت جنم لیتے ہیں اور مغرب کا کفران کی بنیادوں میں ہوتا ہے۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ مغرب نے تین سو برسوں میں ایک بھی عابد زاہد درویش اہل اللہ پیدا نہیں کیا۔مغرب میں حضرت عیسیٰؑ ،حضرت عمرؓ،عمر بن عبدالعزیزؒ نہیں پیدا ہوسکتے وہاں صرف سائنس داں اور دنیا پرست انسان پیدا ہوسکتے ہیں کیونکہ مغرب نے جو سانچہ تیار کیا ہے وہ مادیت، اباحیت اور اس دنیا کی حرص وہوس کا سانچہ ہے۔اس سے وہی ڈھانچہ نکلے گا جو دنیا پرست ہو، لہٰذا مغرب کے اداروں اور افکار ونظریات کو اسلامیانے کے نتیجے میں اصلاً آپ اسی دنیا پرست سرمایہ دارانہ علمیت کو اختیار کریں گے جس کے نتیجے میں دنیا پرستوں کی ایک فوج دین کے نام پر تیار ہوگی، بلاسود بینکاری کے ذریعے پر تعیش طرز زندگی، قرضے پر عالیشان مکان، نئی گاڑیاں مہیا کر کے لوگوں کو ایک مصنوعی طرز زندگی، اور حرص وہوس وحسد کے اسلوب کو مقصد زندگی بنا دیا گیا ہے۔ایک ایسی اسلامی شخصیت جنم لے چکی ہے جو خواہش دنیا کی اسیر ہے جس کی خواہشات لامحدود ہیں اور ان خواہشات کو پورا کرنے کے لیے اسلامی بینکاری بڑھ چڑھ کر کام کر رہی ہے۔ دنیا سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی کافرانہ روش اسلامی بینکاری کے ذریعے اسلامی طرز زندگی بنا دی گئی ہے، یہ وہ جوہری تبدیلی ہے جس کے نتیجے میں حدیث کی کتاب الرقاق میں بتایا گیا طرز زندگی لایعنی بن جاتا ہے۔اسلامی شخصیت اور مغربی تصور شخصیت میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا اور مغربی انسان اور اسلامی انسان کے مقاصد اہداف یکساں ہوجاتے ہیں۔ حب دنیا، آخرت فراموشی طلب زر کثرت خواہشات طول العمر اور دنیا کو ہر شے پر ترجیح دینا۔ یہی زندگی کا ہدف مقصد منزل بن جاتے ہیں۔سود کھانے اور کھلانے والوں کے خلاف اللہ رب العزت نے کھلی جنگ کا اعلان کیا ہے۔حدیث میں آتا ہے:

سود کھانے کی سزا: سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’’رات میں نے دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس لے گئے۔ وہاں سے اوپر کو چلے یہاں تک کہ ہم سب خون کے ایک دریا کے پاس پہنچے جس میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور دریا کے کنارے پر ایک اور آدمی تھا جس کے ہاتھ میں پتھر تھے، وہ آدمی جو دریا میں کھڑا تھا نکلنے کے لیے آگے بڑھتا تو کنارے کا آدمی اس کے چہرے پر پتھر مار مار کر وہیں پہنچا دیتا جہاں سے وہ چلا تھا۔اسی طرح مسلسل ہوتا رہا وہ نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور یہ نکلنے نہیں دیتا تھا۔ جب بھی وہ کنارے پر آیا تو اس نے چہرے پر پتھر مار کر لوٹا دیا۔تو میں نے جبریلؑ سے پوچھا جسے میں دریا میں دیکھ رہا ہوں وہ کون ہے؟ انھوں نے بتایا یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں سود کھاتا تھا‘‘۔

سود کا گناہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود

کے گناہ کے ستر حصے ہیں ایک معمولی سا حصہ یہ ہے کہ اس کا گناہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی ماں سے جماع کرے۔[ابن ماجہ بیہقی مشکوۃ]

سود کا وبال: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سوائے سود کھانے والوں کے کوئی باقی نہ رہے گا اور اگر کوئی شخص ہوگا بھی تو اس کو سود کا بخار (اثر) پہنچے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو سود کا غبار پہنچے گا۔[مسند احمد، داؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ]

بلاسودی بینکاری پر کیے گئے اعتراضات سے دانستہ صرف نظر؟

سود کے بارے میں اس قدر سخت وعیدوں کے باوجود سودی اسلامی بینکاری پر، اعتراضات اور شبہات و استفسارات کو تقی عثمانی صاحب نے کبھی قابل اعتناء نہ سمجھا کبھی اس پر گفتگو کی ضرورت محسوس نہیں کی، کبھی ان اعتراضات کو البلاغ میں جگہ نہیں دی گئی، آخر کیوں؟ وجہ ظاہر ہے کہ ہر اعتراض شبہہ استفسار اصل حقیقت دکھاتا اور لوگوں کو اس کی اصلیت سے آگاہ کر سکتا تھا لہٰذا اس روشنی سے محروم رکھنے کے لیے اخفاء کو مستقل اسلوب بنا لیا گیا۔ سود پر اعتراضات شائع ہوتے تو گفتگو ہوتی، مختلف نقطۂ ہائے نظر سامنے آتے لیکن اتنے اہم معاملے پر کیے گئے اعتراضات اور استفسارات سے بے اعتنائی ثابت کرتی ہے کہ حضرت تقی عثمانی صاحب کو خود اسلامی بینکاری پر شرح صدر نہیں ہے اور وہ اس موضوع پر اعتماد کی دولت سے محروم ہیں۔ لہٰذا حضرت والا اس کم زوری کا ازالہ مستقل و مسلسل سکوت سے فرماتے ہیں۔ فقہ کا مسلمہ اصول ہے کہ حرام کا مقدمہ بھی حرام ہے۔ حضرت والا نے امت کو انٹرویو میں تسلیم کیا ہے کہ موجودہ اسلامی بینکاری اور سودی بینکاری میں ذرہ برابر فرق نہیں لیکن امید ظاہر کی ہے کہ رفتہ رفتہ انشاء اللہ اسلامی بینکاری بلاسودی بینکاری ہو جائیگی۔ دنیا کی تاریخ میں کبھی چھاچھ سے مکھن کا ذرہ بھی نہیں نکالا جا سکا۔ لہٰذا سودی نظام سے غیر سودی نظام برآمد ہوگا عجیب بات ہے۔

اعتراضات سے اعراض کی دو وجوہات:

محمود اشرف صاحب اسلامی بینکاری پر ہونے والی تنقیدات، اعتراضات، شبہات، استفسارات کا جواب نہ دینے کی دو وجوہات بھی بیان کرتے ہیں یہ وجوہات نہایت عجیب و غریب اور ناقابل یقین ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ میں پڑھیے۔ اولاً جو حضرات تنقید فرماتے ہیں اور مخلص ہیں تو ان کے لیے زبانی یا تحریری تنقید سے کہیں بہتر صورت یہ ہے کہ وہ عامۃ المسلمین کے لیے سودی بینکنگ کا متبادل شرعی نظام خود عملی طور پر قائم فرمائیں تاکہ ان کے مثالی نمونے کی پیروی کی جا سکے" [صفحہ سات، آٹھ، کتاب مذکورہ]

متبادل کا جدید فلسفہ عالم اسلام کو تباہ کر دے گا:

ہر مفتی پر لازم ہے کہ وہ مسئلے کا متبادل حل پیش کرے: نیا اصول افتاء

اس دلیل کی کم زوری بخوبی عیاں ہے اگر کوئی مفتی یا عالم کسی مسئلے پر نقد کرے اس کے خلاف فتویٰ دے لیکن مسئلے کا حل یا متبادل پیش نہ کر سکے تو وہ نہ عالم ہے نہ مخلص، اس اصول کو مان لیا جائے تو دارالعلوم کراچی اور حضرت مفتی شفیعؒ صاحب اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے ہزاروں فتاویٰ یک قلم مسترد ہو جائیں گے اور اس اعتراض کی زد سے حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ تھانوی بھی نہیں بچ سکیں گے۔ جنھوں نے جمہوریت اور جمہوری نظام کی زبردست مذمت کی اس کا انکار کیا، اسے اسلام سے متصادم قرار دیا، لیکن اس کا کوئی متبادل نہیں دیا، لہٰذا ان

کے تمام اعتراضات غلط ہو گئے۔ اس اصول کی زد جامعہ بنوری ٹاؤن کے تازہ ترین فتوے پر بھی پڑے گی جو نومبر کے ساحل میں شائع ہو چکا ہے جس کے مطابق اسلامی بینکاری کا نظام شبہات سے پاک نہیں ہے لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے۔ تقی عثمانی صاحب کے نئے اصول افتاء کی روشنی میں بنوری ٹاؤن کا فتویٰ بھی محل نظر ہے کیونکہ بنوری ٹاؤن کے مفتی صاحبان نے اسلامی بینکاری پر صرف اعتراض کیا ہے کوئی متبادل تو نہیں بتایا لہٰذا جس میں متبادل نظام مہیا کرنے کی اہلیت نہ ہو اس کا فتویٰ کوشش رائگاں ہے۔ اسلامی تاریخ میں یہ اجنبی اور لایعنی نقطۂ نظر ہے جسے کوئی تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس اصول کی زد سے عالم اسلام کا کوئی مفتی نہ بچ سکے گا۔ اب اصول یہ ٹھہرا کہ کسی چیز کو حرام قرار دینے کا فتویٰ دینے سے قبل مفتی پر یہ فرض ہے کہ وہ اس کا متبادل بتا دے، اگر اس کے پاس متبادل نہیں ہے تو وہ فتویٰ نہ دے کیوں کہ دین تو ہر چیز کا متبادل مہیا کرنے کے لیے آیا ہے۔ یہ نقطۂ نظر معذرت خواہانہ جدیدیت کا شاہکار ہے جو شریعت پر عمل سے فرار کے لیے صرف رخصت پر انحصار کرنے کے بجائے اس رخصت کے شرعی حیلے بہانے اختیار کر کے رخصت پر قائم و دائم رکھنے کا ابدی پیمانہ مہیا کرتا ہے۔

اگر نکاح کی مقدرت نہ ہو تو اس کا متبادل کیا ہوگا؟ ساحل

متبادل کا فلسفہ خواہش نفس کو اسلامی قانون بنانے کا فلسفہ ہے،

متعہ کا متبادل، نکاح المیسار نئی شریعت: علامہ قرضاوی

مثلاً کوئی مفتی سے پوچھے کہ حضرت زنا کا متبادل کیا ہے تو وہ فرمائیں گے، نکاح ایک سے چار تک غالباً اب سوال آئے گا، اگر نکاح کی استطاعت نہ ہو جواب ملے گا۔ روزے رکھو، صبر کرو اور رحمت الٰہی کی دعا کرو، سوال آئے گا نہ روزے رکھ سکتا ہوں نہ صبر کر سکتا ہوں نہ رحمت کے انتظار کی سکت ہے۔ اب مفتی اس کا متبادل بتا دے۔ ظاہر ہے اس کا متبادل اسلامی شریعت میں نہیں مل سکتا لیکن مفتی تقی عثمانی صاحب کے جدید اصول فقہ میں مل سکتا ہے۔ متبادل کی یہی تلاش سعودی عرب کے علماء اور علامہ یوسف قرضاوی جیسے جلیل القدر عالم کو اس مقام پر لے گئی کہ انھوں نے متبادل کے اس جدید فاسد اور مکروہ فلسفے کے تحت نکاح المیسار کی اجازت دے دی جس میں نہ رخصتی ہوتی ہے نہ شوہر پر نان نفقہ کی ذمہ داری ہوتی ہے، نہ شوہر بیوی کو گھر مہیا کرتا ہے بیوی کہیں اور رہتی ہے جب جنسی تقاضہ ہوتا ہے تو میاں بیوی کہیں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہ متعہ کا متبادل ہے۔ ظاہر ہے متعہ کا متبادل متعہ کے سوا کیا ہو سکتا ہے خواہ اسے آپ نکاح المیسار کا نام دیں کیونکہ شریعت تو نعوذ باللہ خواہش نفس کی رخصت رعایت پرورش اور افزائش کے لیے نازل ہوتی ہے جب کہ شریعت کا کام اصلاح نفس انسانی اور نفسانی تقاضوں کو کم سے کم کر کے اسے دنیا میں گم ہونے سے بچانا اور طالب آخرت بنانا ہے۔ جناب قرضاوی اور بعض سعودی علماء نے نکاح المیسار کو حلال کرنے کے لیے وہی نقطۂ نظر اختیار کیا جو معیشت کے میدان میں سودی بینکاری کے متبادل کے طور پر سودی بینکاری ہی کی شکل یعنی اسلامی بینکاری کی صورت میں سامنے لائی گئی۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ ایک نے معیشت کے ذریعے دوسرے نے معاشرت کے ذریعے اسلامی تاریخ میں نقب لگانے کی کوشش کی ہے۔

مغربی طرز زندگی کا جواز: نکاح المیسار کا طغیان

مسئلہ یہ درپیش تھا کہ سعودی عرب میں دفاتر اور گھروں میں غیر ملکی عورتوں کو ملازمت کے آزادانہ فیاضانہ اور وسیع مواقع مہیا کیے گئے، بجائے اس کے کہ علامہ یوسف قرضاوی اس طرز زندگی کی مخالفت کرتے اور

غیر ملکی عورتوں سے خدمات لینے اور انھیں اپنے گھروں میں دفاتر میں آزادانہ نقل و حرکت کے مواقع مہیا کرنے کی ثقافت کے خلاف آواز اٹھاتے ، انھوں نے اس مخلوط معاشرت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسئلے پر توجہ دی، مسئلے کو کل میں دیکھنے کے بجائے اس کا جز و دیکھا گیا۔ مسئلے کی بنیاد اساس ڈھانے کے بجائے اس اساس پر کھڑی ہوئی عمارت کے نقش و نگار اور در و بام درست کرنے پر توجہ دی گئی، کسی نے مغربی طرز زندگی اور عیش و عشرت کی سعودی معاشرت کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا۔ لوگوں کو متوجہ نہیں کیا کہ اپنے گھروں کی حفاظت کرو، عورتوں کی تربیت نہیں کی کہ وہ عیش و عشرت کے بجائے گھر کے کام کاج خود کریں، دفاتر میں غیر ملکی عورتوں کو ملازمت دینے کی مخالفت نہیں کی گئی، کسی نے یہ نہیں سوچا کہ مغربی طرز زندگی جو مغرب کو تباہ و برباد کر چکا ہے۔ جب سعودی عرب میں داخل ہوگا تو سعودی عرب کے اسلامی طرز زندگی معاشرت، تہذیب، ثقافت کو تباہ کر دے گا۔ جب اس طرز زندگی نے سعودی خاندانی نظام کو تباہ کرنا شروع کیا تو اس مغربی طرز زندگی کو مسترد کرنے، تباہ کرنے کے بجائے اس کے حیلے ڈھونڈنے اور جواز کے فتوے دینے پر اکتفا کیا گیا۔ پاکستان سے لے کر سعودی عرب تک مغرب کے فکر و فلسفے سے ناواقف علماء اس قسم کے اجتہادات کر کے امت کی رہی سہی دین داری کو مغربیت میں سمونے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ غیر ملکی عورتوں کی دفاتر اور گھروں میں آمد سے جنسی تعلقات کے مسائل پیدا ہوئے اور اس مسئلے سے خانگی زندگی پر سنگین نوعیت کے اثرات مرتب ہونے لگے۔ [ملیشیا کے بعض صوبوں میں بنگالی لڑکوں کی گھروں میں آمد اور ملازمت سے ملیشیا کی لڑکیوں اور ملیشیا کے معاشرتی خاندانی روایتی نظام کے لیے سنگین نوعیت کے مسائل پیدا ہوئے جس کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا] ان ملازماؤں اور خادماؤں سے لوگ جنسی استفادہ چاہتے تھے لیکن معاشرتی مجبوریوں اور گھریلو دباؤ کے باعث ان عورتوں سے نہ نکاح کر سکتے تھے نہ انھیں دوسری شریک حیات کا درجہ دے سکتے تھے کیونکہ قانونی بیوی کے حقوق ایک نئی ذمہ داری میں اضافہ کرتے ہیں، یہ مرد چاہتے تھے کہ ان کی نجی خاندانی معاشرتی زندگی ان غیر ملکی عورتوں سے محفوظ رہے، ان کا ایمان بھی محفوظ رہے لیکن جنسی تقاضے بھی شرعی طور پر پورے ہو جائیں تاکہ زنا کاری کی تہمت سے بچا جائے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی عورت آپ کی قانونی بیوی ہے تو آپ اپنے خاندان، گھر اور معاشرت سے اسے الگ تھلگ کیوں رکھ رہے ہیں۔ اخفاء اس بات کی علامت ہے کہ جرم سرزد ہو رہا ہے۔ راز داری کا مطلب یہی ہے کہ معاملہ ٹھیک نہیں۔

متعہ کا متبادل کیا ہے: متعہ حرام ہے

چونکہ مسئلہ مغربی تہذیب اور مغربی طرز زندگی کو اختیار کرنے سے پیدا ہوا تھا لہٰذا اس طرز زندگی کو ترک کر کے اس مسئلے کی بنیاد کو ڈھانے کے بجائے قرضاوی صاحب سے متعہ کا متبادل پوچھا گیا۔ اصولی طور پر متعہ کا متبادل یہی تھا کہ متعہ کی اجازت دے دی جاتی لیکن اہل سنت کے منہاج علم اور ماخذات علم کی روشنی میں متعہ قیامت تک حرام ہے۔ رسالت مآبؐ نے ایک مختصر حدیث میں تہذیب و تمدن معاشرت اور آخرت کی کامیابی کا راز بتایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے دو چیزوں کی ضمانت دو تو میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ دو چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا زبان اور شرم گاہ دین ان دو چیزوں کی عفت، عصمت، عظمت، طہارت، حفاظت کا نام ہے ان دو اعضاء کے ذریعے انسان جنت خریدتا ہے یا جہنم کا طلب گار ہوتا ہے۔ علامہ یوسف قرضاوی نے متبادل کے پاکستانی جدید مذہبی فلسفے کے تحت نکاح المیسار کی اجازت مرحمت فرما دی گویا

نکاح کا مقصد صرف جنسی تسکین اور پانی بہانا ہے۔قرآن کریم اس نقطۂ نظر کی مکمل تردید کرتا ہے۔نکاح کا مقصد عفت وعصمت کی حفاظت عمر بھر ساتھ نبھانے کا پرخلوص عہد اور قلعے کی طرح اس رشتے کی پائیداری ہے،صرف جنسی تسکین نکاح کا مقصد نہیں ہے اسی لیے متعہ اور حلالہ کو شریعت نے ابد تک حرام قرار دیا ہے۔عہد جدید کے بعض جدیدیت پسند دانشوروں کا مسئلہ یہی ہے کہ وہ مغربی تہذیب فلسفہ اور اداروں کے پیدا کردہ مسائل کا حل یا متبادل اسلام میں ڈھونڈنا چاہتے ہیں جب کہ اس کا حل صرف یہی ہے کہ اس تہذیب سے کامل برات کا اعلان کیا جائے۔ اسے کفر قرار دیا جائے اور اس کفر کے خاتمے کے لیے ہر سطح پر ہر قسم کی جدوجہد حالات و زمانے کی رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مستقل اور مسلسل بنیادوں پر جاری وساری کی جائے ورنہ متبادل دیتے دیتے دین کا چہرہ مسخ ہو جائے گا۔ظاہر ہے یہ ایک مشکل کام ہے مغرب سے مرعوب مسحور ذہنیت مغرب کا رد کیسے کرسکتی ہے؟ وہ یہی نقطۂ نظر اختیار کرے گی کہ مغرب میں جو اچھا ہے وہ لے لو جو خراب ہے وہ چھوڑ دو لیکن اصلاً اس کے نتیجے میں اچھائی کے ساتھ خرابی بھی لازماً آئے گا کیونکہ مغرب کی مابعد الطبیعیات علمیت اسلام سے بالکل مختلف ہے۔سائنس کی کوئی ایجاد جب بھی آتی ہے تو اپنے فوائد کے ساتھ اپنے مقاصد اور مفاسد بھی ساتھ لاتی ہے۔مثلاً موبائل فون، اس فون کے ذریعے اسلامی طرز معاشرت،طرز زندگی اور عفت وعصمت کس طرح مجروح ہو رہی ہے جی بھر کے بولو خوب باتیں کرو، ہر وقت بات کرو کی ثقافت عام ہوگئی ہے۔وہ تہذیب اور مذہب جس کا اصول اس حدیث میں بیان کیا گیا کہ ''جو چپ رہا وہ نجات پا گیا'' اس تہذیب اور مذہب کے ماننے والے صبح سے شام تک صرف باتیں کرتے ہیں اور پاکستان موبائل فون کی دنیا میں سب سے بڑی منڈی ہے وہ قوم جس کی غربت کا حال یہ ہے کہ اگر چینی پانچ روپے کلو مہنگی ہو جائے تو یوٹیلیٹی اسٹورز پر کئی میل کی قطاریں لگ جاتی ہیں مگر اس قطار میں کھڑے ہونے والا ہر فرد موبائل فون استعمال کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ایران میں موبائل فون بہتر ہزار روپے کا ہے کیونکہ ایران کے لوگ نادان ہیں، اتنی عمدہ ایجاد سے عوام کو محروم رکھا گیا ہے۔ایران نے ایسا فیصلہ کیوں کیا عقل والوں کے لیے اس میں عبرت کے سبق ہیں۔موبائل فون کے مقاصد ومفاسد کی برکت ہے کہ دنیا سے آپ کا رابطہ ایک لمحے کے لیے بھی منقطع نہیں ہوتا۔یہ آلہ دن کے ہنگاموں،خلوت کی رازداریوں شب کی تنہائیوں،اعتکاف کے لمحات،خانہ کعبہ میں حاضری اور روضہ رسول پر حضوری کی لذت کے دوران بھی آپ کو دنیا کی یاد دلاتا رہتا ہے۔اس حد تک کہ حدود حرم،مسجد نبوی، دوران طواف بھی لوگ دنیا کے اس جام جم کی آواز کو بند کرنا بھول جاتے ہیں۔عبادت کے وقت بھی لوگ دنیا سے لاتعلقی گوارا نہیں کرتے۔ نیک لوگ مسجد میں آتے ہی عموماً اس کی آواز خاموش [Silent] کر دیتے ہیں تاکہ عبادت کے دوران بھی دنیا سے خاموش رابطہ قائم رہے اور آنے والے پیغامات سے محروم نہ رہیں لہٰذا عبادت ختم کرتے ہی مسجد سے نکلتے ہی دنیا کی عبادت شروع ہو جاتی ہے۔تاریخ کے کسی دور میں اس طور سے کبھی کسی عہد کے انسان میں دنیا اس طرح دخیل نہیں ہوئی تھی یہ صرف موبائل فون کا کمال ہے۔جدید سائنس اور سرمایہ دارانہ نظام نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم دنیا کو ترجیح بنالیں لہٰذا دنیا ہم پر غالب ہے، ہماری ترجیح بن چکی ہے اور آخرت کو ہم نے فراموش کر دیا ہے۔کیا وجہ ہے کہ عید کے دن بھی عید گاہ میں آتے ہوئے ہم دنیا کے اس ہنگامے کو ساتھ لاتے ہیں غالباً دنیا کے ہنگاموں،شورشوں اور لذتوں سے ہم کسی لمحے دور نہیں ہونا چاہتے یہ جدید سائنس کے مقاصد ومفاسد کا المیہ ہے۔حرص وہوس، حسد اور سود کا متبادل یہ ہے کہ ان تینوں رذائل اخلاق کو ترک کر دو۔

ساحل دسمبر ۲۰۰۶ء

سود کا متبادل سود سے پرہیز ہے۔ اسلام کا متبادل صرف اسلام ہے اگر یہ قبول نہیں ہے تو سود کھانے اور کھلانے والا اللہ کا دشمن ہے اور اس دشمن سے اللہ کی کھلی جنگ ہے، جنگ کا مقصد دشمن کو تہس نہس کرنا ہے لہٰذا سودی نظام کو جواز دینے والے حیلے بہانوں اور سودی نظام کو قائم رکھنے والے اداروں کے خلاف ہر سطح پر جنگ ہوگی اور آخری فیصلہ تلوار کی نوک کرے گی۔ یہ حکم ربی ہے۔

تقی عثمانی صاحب کے دو اساتذہ بلا سود بینکاری سے تائب ہو گئے:

جناب محمود اشرف عثمانی صاحب نے ''بلوغ الامانی'' کے حوالے سے بہت عمدہ مثال پیش کی ہے۔ ''..........میں نے امام محمد بن الحسن کو دیکھا ہے وہ سناروں کے پاس جاتے ہیں اور ان کے معاملات کے بارے میں ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ آپس میں معاملات کس طرح انجام دیتے ہیں۔ حضرت تقی عثمانی صاحب نے بھی سودی بینکاری کے معاملات کو گہرائی کے ساتھ جاننے اور سمجھنے کے بعد قرآن وسنت کے شرعی احکام کی عملی تطبیق پر مبنی اسلامی بینکاری کو حقیقت کی شکل دی۔ [ص ۶، مذکورہ کتاب] محمود اشرف صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ حضرت والا نے مغربی فکر و فلسفے، سرمایہ داری، سرمایہ دارانہ معیشت، مغربی فکر و فلسفے کی دو بنیادی شاخوں سائنس اور سوشل سائنسز کے علوم کی تدریس و تعلیم کے لیے کن کن اداروں شخصیات سے رجوع کیا اور ان علوم میں کیسے درک حاصل کیا۔ یہ بات تقی عثمانی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ معاشیات میں ان کے استاد جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر پروفیسر خورشید احمد ہیں، لیکن پروفیسر خورشید احمد اپنے تمام تر اخلاص اور دینی خدمات کے باوجود خود مغربی فکر و فلسفے اور سرمایہ داری کی حقیقت پر گہری نظر نہیں رکھتے اور فلسفے سے قطعاً ناواقف ہیں۔ لہٰذا صرف پروفیسر خورشید احمد سے استفادہ اہم نہیں ہے۔ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب نے بینکاری کے سلسلے میں اسٹیٹ بینک کے اعلیٰ افسر حسن الزماں اور چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ محمد حسین صاحب سے استفادہ کیا، ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ان کے مشورے سے اسلامی بینکاری میں دخیل ہوئے، لیکن ان دونوں اساتذہ نے اپنے تجربات، عمر بھر کے مشاہدے مطالعے اور بینکاری سے گہری واقفیت کے بعد اسلامی بینکاری سے توبہ کر لی اور اسے سودی بینکاری قرار دے کر اس کافرانہ نظام اور معاملے سے الگ ہو گئے۔ حسن الزماں کے الفاظ میں ''سود کا بھوت اسلامی بینکاری کا پیچھا کر رہا ہے''۔ مگر تقی عثمانی صاحب نے اپنے اساتذہ کے رجوع کو قابل تقلید نہیں سمجھا اور نہ ہی اپنے اساتذہ کرام سے ان مسائل پر تبادلہ خیال، محاکمہ فرمایا کیونکہ اب انھیں اس کی ضرورت نہیں وہ خود مجتہد مطلق کے درجے پر فائز ہو چکے ہیں۔ تقی عثمانی صاحب کے مرید جناب جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمان سابق چیف جسٹس وفاقی شریعت کورٹ بھی اسلامی بینکاری کو اصلاً سودی بینکاری ہی سمجھتے ہیں لہٰذا جب انھیں ایک اسلامی بینک کی جانب سے چھ لاکھ روپے پر مشیر کی اسامی پیش کی گئی تو انھوں نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیا المیہ ہے کہ مرید نے انکار کر دیا اور حضرت شیخ نے اگلے ہی روز یہ پیش کش قبول فرما لی۔ کیا حضرت تقی عثمانی صاحب کی یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ اپنے مرید جسٹس ڈاکٹر تنزل الرحمان کے شبہات، اعتراضات دور کرتے۔ جسٹس تنزیل الرحمان ایک غیر معمولی انسان ہیں وہ علوم شریعہ اور علوم اقتصادی پر عبور رکھتے ہیں۔ شریعت کورٹ کے جج کی حیثیت سے انھوں نے سود کو حرام قرار دینے کا وہ تاریخی فیصلہ دیا جو آج تک حکم رانوں کے راستے میں مشکلات پیدا کر رہا ہے۔ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بھی رہ چکے ہیں۔ علوم اسلامی، علم فقہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ جسٹس تقی عثمانی

صاحب تنزیل الرحمان صاحب کو اپنا ہم خیال نہ بنا سکے تو ساحل ان کا ہم خیال کیسے بن سکتا ہے؟

الائنس موٹرز کے معاملے میں حضرت تقی عثمانی کی خاموشی؟

محمود اشرف صاحب یہ بتانے سے بھی قاصر ہیں کہ اگر حضرت تقی عثمانی صاحب سودی بینکاری کے معاملات کو نہایت گہرائی سے جانتے ہیں تو اسی کے عشرے میں الائنس موٹرز کے نام پر حاجی طیب اور حاجی عثمان صاحب کے ذریعہ دیوبندی مکتبہ فکر کے دین دار لوگوں کے اربوں روپے ایک جعلی کاروبار میں لگائے جا رہے تھے تب حضرت والا کی معیشت پر گہری نظر کیا کر رہی تھی؟ کیا حضرت جسٹس تقی عثمانی صاحب کی کوئی ایک تحریر دکھائی جا سکتی ہے جس میں انھوں نے عوام کو اس سرمایہ کاری سے روکا ہو، اس کی مخالفت کی ہو، اسے حرام اور گناہ قرار دیا ہو اور عوام کو متنبہ کیا ہو کہ ان کا سرمایہ ڈوب جائے گا اور دنیا میں ایسا کوئی کاروبار ممکن ہی نہیں ہے کہ آج پیسہ لگایا جائے اور اگلے مہینے سے ڈھائی فیصد آمدنی شروع ہو جائے۔ اس قدر بھاری شرح منافع پر کوئی کاروبار ممکن ہی نہیں۔ الائنس کا تمام کاروبار دھوکہ دہی، فراڈ اور جعل سازی پر مشتمل تھا۔ مالیاتی کمپنیوں کا تجربہ قبل ازیں مصر میں ہو چکا تھا، جہاں کچھ عیار لوگوں نے اس طرح کا کاروبار کیا، کچھ علماء کو اس کاروبار سے وابستہ کر کے انھیں شرعی مشیر رکھ کر بھاری معاوضے دیئے گئے، ان کے نام پر پیسہ اکٹھا کیا گیا اور اربوں روپے غتربود کر کے دین دار لوگوں کو بحرانوں کے صحراء میں چھوڑ کر غائب ہو گئے۔ تبلیغی جماعت کے سادہ لوح لوگ دین دار طبقات الائنس کے اس کاروبار میں اپنے خون پسینے کی کمائی لگا رہے تھے تب حضرت والا کا رسوخ فی المعیشت خاموش کیوں تھا؟ یہ واقعہ معیشت میں حضرت والا کے درک کی نشان دہی کرتا ہے۔

تقی عثمانی صاحب نے حصص کے سٹے کے کاروبار کو بھی حلال قرار دے دیا:

حضرت والا کے رسوخ فی المعیشت کا حال یہ ہے کہ حضرت والا حصص کے کاروبار کو حلال قرار دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مغربی معیشت کے بنیادی مباحث کا علم ہی نہیں ہے وہ بروکر جو اسٹاک مارکیٹ میں پچاس برس سے کام کر رہے ہیں وہ کسی دینی مدرسے میں پڑھے بغیر اور شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے بغیر گواہی دیتے ہیں کہ یہ کاروبار جھوٹ، مکروفریب اور حرام ہے۔ وہ اللہ سے توبہ کرتے ہیں کہ ہماری مغفرت فرما، اسٹاک مارکیٹ میں کام کرنے والے کسی دین دار آدمی نے کبھی اس کام کو حلال نہ سمجھا، بہت سے مذہبی لوگوں نے متبادل ملتے ہی یہ کاروبار ترک کر دیا۔ دنیا میں وہ کونسا کام، پیشہ، صنعت ہے جس میں حصص کی قیمت صبح پچاس روپے تھی شام کو دو سو روپے، اگلے دن چار سو روپے اور اگلے ہفتے صرف تیس روپے رہ جاتی ہو، کوئی کمپنی سرمایہ لگا کر مصنوعات بازار میں بیچتی ہے تو اس کے فروخت ہونے منافع آنے میں وقت لگتا ہے۔ ایبٹ کمپنی کے ٹرک پاکستان کے چار صوبوں میں صبح مال لے کر روانہ ہوئے، ابھی مال صوبوں میں نہیں پہنچا مال نہیں اترا، ڈبے نہیں کھلے، مال فروخت نہیں ہوا، مال کی واپسی شروع نہیں ہوئی، لیکن روزانہ صبح و شام ایبٹ کمپنی کے حصص کی قیمتیں کبھی اتر رہی ہیں، کبھی چڑھ رہی ہیں نہ ایبٹ کمپنی کے کاروبار پر اس کا اثر ہے نہ ایبٹ کمپنی اپنے حصص یافتہ سے کمپنی کے حصص اونچے داموں پر خرید رہی ہے۔ اگر کوئی حصص یافتہ اپنا حصص کمپنی کے دفتر میں لے جائے اور بتائے کہ آج اسٹاک مارکیٹ میں یہ حصص جس کی قیمت پچاس روپے ہے پانچ سو روپے کا ہے آپ یہ حصص مجھ سے خرید لیں تو کمپنی دھکے دے کر حصص یافتہ کو باہر نکال دے گی، اگر فی الحقیقت اس حصص کی قیمت ۵۰۰ ہوتی تو کمپنی کو اسے

خریدنے میں کیا عذر ہوتا لیکن کمپنی کو معلوم ہے کہ کل اس حصص کی قیمت سٹہ باز چالیس روپے کر سکتے ہیں کیونکہ سٹہ پر کمپنی کا ہی نہیں حکومت کا بھی اختیار نہیں ہے۔ ایبٹ کمپنی پورا سال کاروبار کرنے کے بعد سال کے آخر میں اپنے منافع کا اعلان کرے گی۔ جب آڈٹ سے اسے منافع کا علم ہوگا لیکن ایبٹ کو اپنے منافع کا علم نہیں مگر سٹہ باز ایبٹ کے نام پر روزانہ منافع کما رہا ہے، عوام لوٹے جا رہے ہیں۔ یہ تمام کاروبار اس کے نام پر سٹہ باز کھیل رہے ہیں اور عوام کو لوٹ رہے ہیں۔

سٹے کا کاروبار فساد فی الارض:

گزشتہ دس برسوں میں عام لوگوں کے کئی کھرب روپے اس کاروبار میں ڈوب چکے ہیں جو پاکستان کے دس سال کے بجٹ کے مساوی ہے۔ سٹے کے کاروبار میں شرکت کے باعث عام دین دار آدمی کا مزاج بھی سرمایہ دارانہ بن چکا ہے۔ بغیر کوئی کام کیے صرف کمپیوٹر پر بیٹھ کر اعداد وشمار کے ہیر پھیر سے روزانہ بلا محنت لاکھوں روپے کمانے کا چسکہ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے فتوے کی وجہ سے عام ہو چکا ہے۔ حصص کا کام کرنے والے بے شمار لوگ اپنا لاکھوں روپیہ ڈوبنے کے باوجود اس کاروبار کو ترک نہیں کرتے۔ قرض لے کر پھر پیسہ لگاتے ہیں امید رہتی ہے کہ کبھی داؤ چل گیا تو تمام نقصان کا ازالہ ہو جائے گا۔ دنیا کی تاریخ میں کسی اسلامی ریاست میں کبھی لوگوں کے اربوں روپے اس طرح نہیں ڈوبے اگر ڈوبتے تو اس کاروبار کو حرام قرار دے کر روپے ڈبونے والوں کو فساد فی الارض کے جرم میں پھانسی دے جاتی، لیکن تقی عثمانی صاحب سٹے کے اس کاروبار کو حلال قرار دے رہے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مغربی معیشت سے قطعاً ناواقف ہیں یا اس قدر نادان ہیں کہ مغربی معیشت کی سفاکی، عیاری، چالاکی کو سمجھنے سے قاصر ہیں، اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ وہ فتویٰ دینے کے بجائے اور ان اداروں کے مشیر بننے کے بجائے سکوت اختیار فرمائیں عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔

کیا اکنامکس ایک معروضی اور آفاقی علم ہے؟

سب سے بنیادی سوال یہ ہے کہ آیا Economics علم ریاضی کی طرح ایک آفاقی عالمگیر معروضی علم ہے یا نہیں مغرب کے تمام فلسفی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ریاضی ایک معروضی علم ہے، لیکن مغرب کا کوئی بڑا فلسفی یہ تسلیم نہیں کرتا کہ جدید مغربی سائنس اور سوشل سائنس کہ اکنامکس جس کا ایک حصہ ہے ایک معروضی [objective]، عالمگیر، آفاقی [univarsal] اور غیر اقداری [value nutral] علم ہے۔ مغرب کے تمام بڑے فلسفی جدید فلسفہ، جدید سائنس اور سوشل سائنسز اور اکنامکس کو موضوعی [subjective]، غیر آفاقی [Non unveral] اور اقداری [value oriented] علم سمجھتے ہیں جو ایک خاص تاریخ، ایک خاص تہذیب، ایک خاص تصور زماں و مکاں، ایک خاص تصور انسان، تصور کائنات، تصور الٰہ، خاص علمیت، خاص عقلیت، خاص مابعد الطبیعیات سے نکلا ہے۔

حضرت تقی عثمانی اور پروفیسر خورشید کی بنیادی غلطی: اکنامکس اور مغربی فکر و فلسفے کا دائمی تعلق:

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب اور خورشید صاحب چونکہ مغربی فکر و فلسفے سے قطعاً ناواقف ہیں لہٰذا وہ اپنا مقدمہ یہاں سے شروع کرتے ہیں کہ اکنامکس ایک نشتر ہے، اس سے جہاد بھی ہو سکتا ہے، فساد بھی، یہ ڈاکو کا خنجر بھی بن سکتا ہے اور طبیب کا نشتر بھی، خرابی اس علم کی بنیاد میں نہیں بلکہ اس کے استعمال کرنے والے کی بنیادوں

میں ہے گویا اکنامکس تو پانی کی طرح ایک غیر اقداری شے ہے اسے جس برتن میں ڈالو اسی برتن کا روپ اختیار کرلے گا۔ اسے جس رنگ کے جام میں ڈالیں یہ اسی رنگ کا نظر آئے گا۔ جب اکنامکس مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوگی تو اسلامی ہوگی، غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہوگی تو کافرانہ ہوگی۔ یہ وہ بنیادی غلطی، بنیادی غلط فہمی، اور بنیادی فساد ہے جو اکنامکس کو غیر اقداری سمجھنے اسے آفاقی اور معروضی علم تصور کرنے سے خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ اکنامکس مغربی فلسفے کے الحاد اور فساد سے برآمد ہوئی ہے۔ لہٰذا مغرب کی علمیت کے تمام زہر اس کے رگ وریشے میں سموئے ہوئے ہیں، لہٰذا اکنامکس مغرب کی علمیت اور اس کے فلسفے کو پڑھے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتی لہٰذا اکنامکس کو اس وقت تک سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے جب تک مغربی فلسفے کے بنیادی مباحث، مقدمات، دعوؤں کو نہ پڑھ لیا جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ capitalism کی تاریخ، اس کے مقدمات اہداف مقاصد، کیتھولک کلیسا کے زوال اور پروٹسنٹ کلیسا کے عروج کی تاریخ، عیسائیت کے زوال میں یونانی فلسفہ اور سائنس کی بحیثیت عیسائی الٰہیات، متعقدات پیوندکاری کا عمل، جدید سائنس و سوشل سائنسز کا سرمایہ داری سے براہ راست تعلق، کالونیل ازم کی تاریخ، براعظموں میں مغربی استعمار کی لوٹ مار، کلیسا کی پاپائیت ان مباحث کا تفصیلی مطالعہ کیے بغیر نہ مغرب سمجھ میں آسکتا ہے نہ اس کا فلسفہ نہ اسکی سائنس نہ اس کی سوشل سائنس۔

حضرت مولانا تقی عثمانی مغربی فلسفے سے قطعاً ناواقف ہیں:

محمد حسن عسکری کی کتاب کا دارالعلوم کے نصاب سے اخراج:

افسوس کہ حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مغربی فلسفے سے قطعاً ناواقف ہیں اور اس کا ثبوت محمد حسن عسکری کی مرتبہ کتاب ''جدیدیت یا مغربی تہذیب کی گمراہیوں کا خاکہ ہے'' جو حضرت تقی عثمانی صاحب کی خواہش پر عسکری صاحب نے مرتب کی اور اسے دارالعلوم کورنگی کے نصاب میں شامل کیا گیا لیکن چند سال بعد معلوم ہوا کہ یہ خطرناک کتاب ہے اور اس کتاب کے افکار جس فرانسیسی مفکر رینے گینوں سے مستعار لیے گئے ہیں وہ تو فلسفہ وحدت ادیان کے قائل تھے اور اسلام کو نہ الحق سمجھتے تھے نہ قرآن کو الکتاب مانتے تھے وہ اسلام کو چینی، ہندی، عیسوی، یہودی اور بدھ روایت کی طرح ایک روایت سمجھتے تھے، ان معلومات کے بعد محمد حسن عسکری کی کتاب دارالعلوم کے نصاب سے خارج کردی گئی۔ اگر تقی عثمانی صاحب مغربی فلسفے سے واقف ہوتے تو رینے گینوں کی کتاب کبھی دارالعلوم کے نصاب میں شامل نہ کی جاتی کیونکہ رینے گینوں کا مکتب فکر تو جدیدیت کا دوسرا رخ ہے جو مغربی تہذیب کے حاشیہ بردار اور مغربی تہذیب کے علمبردار گروہ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اس لیے اسلام پر مغرب میں لکھی گئی کسی ایک کتاب میں بھی رینے گینوں اور روایت کے مکتب فکر کو مغرب کے لیے خطرے کے طور پر پیش نہیں کیا جاتا، تبلیغی جماعت کو بھی اب مغربی کتابوں میں ایک خوفناک خطرے اور جہادی تنظیموں کی نرسری قرار دیا جارہا ہے جہاں اسلامی شخصیت اور اسلامی علمیت محفوظ طریقے سے امت کو منتقل ہورہی ہے۔ لیکن رینے گینوں اور روایت کا مکتبہ فکر کہیں بھی مغرب کے لیے نہ خطرہ ہے نہ طوفان بلکہ جدیدیت اور مغربیت کی اسلام کاری کے لیے ایک مضبوط مذہبی بنیاد مہیا کرتا ہے۔ سہیل اکیڈیمی لاہور سے شائع ہونے والی اس مکتبہ فکر کی کتابیں اس موقف کی تفصیلی وضاحت کرتی ہیں، وہ لوگ جو ان کتابوں کے مطالعے کا وقت نہیں رکھتے وہ اقبال اکادمی کے تحقیقی جریدے Iqbal Revie کے شمارے اپریل تا اکتوبر ۲۰۰۵ء مطالعہ کریں جس میں اختصار کے ساتھ اس مکتب فکر

کے افکار کا خوبصورت جائزہ پیش کیا گیا۔ صفحہ تین پر شواں کا مضمون Diversity of Religion، صفحے نو پر مارٹن لنگز کا مضمون With all they mind اور صفحہ ۴۳ پر ولیم چٹک کا مضمون The universality and particularity of prophecy ولیم چیٹک کا مضمون رسالت مآب کی حقیقی حیثیت اور اسلام کے الحق اور الکتاب ہونے کی کس شدت سے تردید کرتا ہے صرف ایک نثر پارہ ملاحظہ کیجیے۔

For Muslims, God's Word is the Qur'an, and Muhammad is simply the messenger. True, he is a perfect human being, God's vicegerent, and the model that God has designated for people to follow. But the message is the primary issue, not the messenger. One can imagine Islam without Muhammad, but not without the Qur'an.

Muslims see other religions in terms of Islam, which in their eyes is the perfect religion. Of course, followers of other religions also look from their own perspective; this is not a quality unique to Muslims. Hence, Muslims expect other religions to have a book like the Qur'an, and the Qur'an provides every reason for them to do so by referring to the Torah and the Gospel. But note that the Qur'an mentions Gospel in the singular, not in the plural. It states repeatedly that Jesus, Gods messenger, was given the Gospel as his message, just as Muhammad was given the Qur'an. Hence, Muslims are immediately suspicious when they hear that there are four Gospels. This difference of perspective on the role of the human and scriptural elements makes for endless misunderstandings between Christians and Muslims.

In order to sum up the Islamic view of other religions- Judaism and Christianity in particular - we can say the following: In reading the Qur'an, many Muslims prefer to stress the passages that are critical of other religions and to ignore or explain away the verses that praise other religions. It cannot be denied that certain Qur'anic verses provide a strong case for religious exclusivism. However, many Qur'anic verses leave plenty of room for openness toward other religions.

اجتہاد کے ذریعے سودی بینکاری کو اسلامی بنانے کی کوشش کا انجام:

اس علمی فلسفیانہ اور تاریخی تناظر میں ہم محمود اشرف صاحب کی اس کم زور، غلط، بے بنیاد دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو عام طور پر مغربی فلسفے اور سوشل سائنس کی اصلیت و حقیقت سے ناواقف علماء یا مسلم مفکرین بڑے شد و مد سے اپنے حق میں پیش کرتے ہیں ''سودی بینکاری کا نظام دو سو سال پرانا ہے جب کہ اسلامی بینکاری کے نظام کو ابھی بیس پچیس سال ہوئے ابھی یہ نظام ابتدائی مرحلے میں ہے اس میں مزید سے مزید بہتری کی گنجائش ہے۔ [ص ۶، کتاب مذکورہ]

اکنامکس کافرانہ اقداری مغربی علم ہے:

دوسرے لفظوں میں اجتہاد کے ذریعے جناب جسٹس تقی عثمانی صاحب اور دیگر ہم خیال علماء مغرب کے اس سودی نظام کو درست کر دیں گے۔ اس نظام میں فی الاصل کوئی خامی نہیں ہے۔ جب تقی عثمانی صاحب اور اس طرح دوسرے مفکرین اس طرح کے دعوے کرتے ہیں تو اصلاً وہ سرمایہ دارانہ نظام کو مکمل طور پر اسلامی جواز عطا کرتے ہیں، اسلامی بینکاری اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک سرمایہ دارانہ نظم معیشت کے تمام اداروں، سرمایہ داری کے اصولوں، سرمایہ دارانہ مذہبیت کو کلیتاً رد نہ کر دیا جائے۔ اسٹاک ایکسچینج، منی مارکیٹ، کیپٹل مارکیٹ اور مارکیٹ کے سرمایہ دارانہ نظام کے مظاہر و آثار کو تہس نہس نہ کیا جائے اس کے بغیر بلا سود بینکاری دراصل چھاچھ میں سے مکھن نکالنے کی کوشش ہے۔ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ چھاچھ نہیں خالص دودھ ہے تو سرمایہ داری اپنی سرشت، طبیعت، فطرت اصلیت میں زہریلا دودھ ہے لہٰذا اس زہریلی معیشت سے اسلامی معیشت کا مکھن نکال بھی لیا جائے تو یہ ایک زہریلا مکھن ہوگا جو اسلام کو تباہ کر دے گا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ اکنامکس ایک خالص مغربی علم ہے، اقداری علم [value oriented] ہے، اس کا خاص تصور علمیت ہے جو مغرب میں نشاۃ ثانیہ اور تحریک تنویر کی مابعد الطبیعیات سے نکلا ہے۔ سترہویں صدی میں مغرب کے فلسفے نے ایک نئے انسان کو جنم دیا جو سترہویں صدی کے پہلے کے انسان سے بالکل مختلف تھا اس کا سانچہ ڈھانچہ معاملات خواہشات، مطالبات زندگی کے تقاضے سترہویں صدی سے پہلے کے انسانوں سے بالکل الگ تھے، اس لیے تمام مغربی فلاسفہ سترہویں صدی سے پہلے کے زمانے کو قرن مظلمہ Dark Age کہتے ہیں، کئی مغربی فلسفی یہ بھی کہتے ہیں کہ سترہویں صدی سے پہلے انسانوں کو جنسی لذت حاصل کرنے کا طریقہ بھی نہیں آتا تھا۔ یہ طریقے تو مغرب نے بتائے ہیں۔ وہ حرص حسد، آزادی جب دنیا زر سے زر کمانا، زر میں مسلسل اضافہ کرنا، زر کے ذریعے اپنی ذات شخصیت کا تعین کرنا اور اس معاشی عمل کی بنیاد حرص وحسد سود اور حب دنیا پر استوار کرنا ہے، لہٰذا بینکاری کا نظام اصلاً باطل الحاد فساد ہے، اس کا متبادل نظام ریاست کی سطح پر ریاست اسلامی اپنے سرمایے کے ذریعے قائم کر سکتی ہے۔ نجی شعبے میں منافع خوری کے بغیر محض خدمت خلق کے لیے یہ نظام خاص سطح پر قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ملیشیا ہندوستان لبنان میں اسلامی تحریکوں کی طرف سے قائم کردہ نجی تمویلی نظام کے کامیاب تجربات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تقی عثمانی صاحب کے فلسفہ دین میں جس قدر زور اسلامی بینکاری پر ہے اس کا نصف سرمایہ دارانہ طرز زندگی کے انہدام مغرب کے فکر و فلسفے کی مذمت اسلامی ریاست کے قیام اور اسلامی طرز زندگی کو دنیا پر غالب کرنے کے سلسلے میں نہیں ہے۔ غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا غلبہ ناممکن ہے اور اسلامی ریاست اب آمد مسیح سے پہلے قائم نہیں ہو سکتی لہٰذا جو کچھ موجود ہے اسے قسمت سمجھ کر قبول کر لیا جائے۔ واضح رہے کہ موجودہ کافرانہ نظام کی ریاستی سرپرستی میں نجی سطح پر بینکاری کی شکل کو سود سے پاک نہیں کیا جا سکتا، جاپان میں بینک صفر شرح سے سود پر قرض دیتے ہیں تو اس سے جاپان کا بینکاری نظام غیر سودی اور اسلامی نہیں ہو جاتا کیونکہ اس نظام کی روح سرمایہ دارانہ ہے اور یہ آزادی، حرص وحسد، سرمایے میں اضافے، زر سے زر کو کمانے کے امکانات پیدا کرتا ہے اور بغیر سود کے قرضوں کا مقصد بھی اصلاً حریص ذہن پرستش دنیا کا مزاج اور سرمایہ دارانہ معیشت پیدا کرنا ہے لہٰذا یہ غیر سودی بینکاری بھی اصلاً سودی بینکاری ہے کیونکہ اس کی جڑیں، بنیادیں سرمایہ دارانہ معیشت اور حرص وحسد کی سرزمین میں پیوست ہیں۔

بلاسود بینکاری کے اس مسئلے کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں:

بریانی کی دیگ کھانے پر سولہ اجتہادات:

''ایک شخص نے نہایت عمدہ بریانی کی دیگ تیاری کی، اس دیگ میں ۱۱۷ اجزاء استعمال کیے گئے، اونٹ، مرغی، بکرے، ہرن، خرگوش کا گوشت، زعفران، بادام، پستے، اخروٹ، کشمش، کاجو، پنیر وغیرہ وغیرہ استعمال کیا گیا مگر یخنی سور کے گوشت سے تیار کی گئی بریانی کی دیگ تیار ہو کر کھانے کے لیے سجائی گئی تو اس کے کھانے پر اختلاف ہو گیا، اس اختلاف کے باعث اجتہاد کی ضرورت پیش آئی، مجتہدین سے رابطہ کیا گیا تو مختلف آراء سامنے آئیں۔ پہلی رائے یہ تھی کہ دیگ کے ۱۱۷ اجزاء میں سے صرف ایک جزو حرام ہے ۱۱٦ اجزو حلال ہیں۔ چونکہ دیگ کا کثیر حصہ حلال پر مبنی ہے لہٰذا اس دیگ کو کھانے میں کوئی ہرج نہیں۔ دوسری رائے یہ آئی کہ دیگ پک چکی ہے، تیاری میں بھاری رقم خرچ ہوئی ہے اگر اسے ضائع کر دیا جائے تو یہ اسراف ہوگا، قرآن نے اسراف سے منع کیا ہے اور مسرفین کو اخوان الشیاطین کہا ہے۔ اسراف سے بچنا منصوص حکم ہے لہٰذا اس حکم کی پیروی کا تقاضہ ہے کہ دیگ کو کھالیا جائے۔ تیسری رائے یہ آئی کہ سود حرام ہے اور اسراف بھی حرام ہے، لیکن قرآن کا ایک حکم دوسرے حکم کو منسوخ نہیں کر سکتا لہٰذا دونوں احکامات میں تطبیق کی ضرورت ہے کیونکہ دونوں احکامات منصوص ہیں اور درست ہیں لہٰذا تطبیق کی صورت یہ ہے کہ دیگ میں سے سور کا گوشت نکال دیا جائے باقی ۱۱٦ اجزاء حلال ہیں اسے کھالیا جائے۔

چوتھی رائے یہ سامنے آئی کہ یہ دیگ کفار کو کھلا دی جائے کیونکہ سود ان کے یہاں حرام نہیں۔ اس پر ایک رائے یہ سامنے آئی کہ حرام کھانا کھلانا بھی حرام ہے جس طرح شراب کا بنانا، بیچنا، پینا، پلانا، ترسیل کرنا حرام ہے لہٰذا یہ کام بھی شرعاً ممکن نہیں ہے۔ پانچویں رائے یہ سامنے آئی کہ دیگ کوڑے پر پھینک دی جائے جانور استفادہ کر لیں گے۔ چھٹی رائے یہ سامنے آئی کہ کوڑے کے ڈھیر سے حلال چرند و پرند بھی استفادہ کرتے ہیں۔ خاص طور پر مرغیاں وغیرہ کوڑے سے اپنی غذا چنتی ہیں حلال پرندے بھی اس طرح حرام بریانی پھینکنے سے بریانی استعمال کرنے والے سے ان پرندوں کا گوشت بھی حرام سے آلودہ ہو گیا لہٰذا دیگ کو کوڑے پر پھینکنے کے بجائے زمین میں دفن کر دیا جائے۔

ساتویں رائے یہ سامنے آئی کہ غربت بہت بڑھ گئی ہے بہت سی آبادیوں میں لوگوں کو اچھا کھانا سالہا سال تک نہیں ملتا اتنی عمدہ بریانی کو پھینکنے سے بہتر ہے کہ غرباء کو کھلا دی جائے یا ستار ایدھی کے حوالے کر دیں وہ خود تقسیم کر لیں گے۔ آٹھویں رائے یہ سامنے آئی کہ یہ تمام اجتہاد دیگ پکانے سے پہلے کرنے چاہیے تھے۔ دیگ پکاتے وقت کسی نے ہم سے رائے معلوم نہیں کی اب پکانے کے بعد جب اپنا کام مکمل کر لیا تو ہم سے اپنے کفر کی سند لی جا رہی ہے۔ ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ اجتہاد یا رائے پہلے پوچھتے اب کیا پوچھ رہے ہو جو کرنا ہے کرو ہم کوئی رائے نہیں دیتے۔ نویں رائے یہ آئی کہ یہ دیگ غیر مسلموں کو نہیں کھلائی جا سکتی کیونکہ حرام کھلانا، حرام پکانا، حرام کی تقسیم کرنا سب حرام ہے۔ پہلے جو سوچتے ہو اور جو کرنا چاہتے ہو کر لیتے ہو اس کے بعد یہ چاہتے ہو کہ اسلام تمہارے کفر سرکشی طغیان کا دفاع کرے، تمہاری تائید توثیق کرے اور اگر ایسا نہ کرے تو اسلام پر اعتراض کرو کہ اسلام جدید زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتا اس کے پاس جدید زمانے کے پیدا کردہ مسائل کا کوئی حل نہیں، وہ عصر حاضر میں نہیں چل سکتا، چودہ سو سال پہلے کے معاشرے انسان کے لیے ٹھیک ہوگا اب اس کا چلنا ناممکن ہے اگر یہ

چل سکتا ہے تو اس دیگ کو کھانے کھلانے، بانٹنے کا کوئی نہ کوئی حل نکالو اسلام تمہاری خواہشات کے مطابق چلنے ڈھلنے کے لیے نہیں آیا یہ انسان کائنات کو اپنے اصولوں، اپنے سانچے میں ڈھالنے کے لیے آیا ہے۔ یہ ان کے لیے ہے جو اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں یہ تمہاری خواہش نفس کی تسکین کے لیے نہیں آیا۔

دسویں رائے یہ سامنے آئی کہ علم کیمیا میں عمل تبخیر کی ٹیکنالوجی بہت ترقی کر چکی ہے لہٰذا کیمیا کے ذریعے اس دیگ کی کیمیا گری کر کے یخنی اور چاول سے سور کے گوشت، شوربے اور تمام اجزاء کو بخارات کی شکل میں اڑا کر پاک کر لیا جائے تاکہ اسراف سے بچ جائیں۔

گیارہویں رائے یہ آئی کہ صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں جب فلسطینی بھوک سے مر رہے تھے تو انسانی گوشت کھانے کی اجازت دے دی گئی تھی لہٰذا یہ بریانی افغانستان کے ان کیمپوں میں بھیج دی جائے جہاں بھوک سے لوگ فاقے کر رہے ہیں لیکن بریانی تقسیم کرنے والا اس بات کو یقینی بنائے کہ قرآن نے حکم دیا ہے کہ حالت اضطرار میں حرام کھالو لیکن بہ قدر ضرورت پیٹ بھر کر نہیں اور بغاوت کے جذبے سے نہیں، لہٰذا تھوڑی تھوڑی بریانی بھوکوں میں تقسیم کر دی جائے۔ بارہویں رائے یہ سامنے آئی کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ قرآن میں آتا ہے کہ اللہ نے صفت رحم کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ قرآن یہ بھی لکھتا ہے کہ ہر گناہ کی مغفرت ہے سوائے شرک کے لہٰذا اب اللہ کا نام لے کر بریانی کھالی جائے اور اللہ سے توبہ استغفار کر لیا جائے امید ہے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

تیرہویں رائے یہ سامنے آئی کہ اللہ عمل کو نہیں نیت کو دیکھتا ہے، حسن نیت اعمال کی اساس ہے۔ پکانے والے نے جان بوجھ کر سور کا گوشت نہیں ڈالا یہ غلطی سے آ گیا، نیت تو ضیافت کی تھی اور ضیافت سنت نبویؐ ہے۔ اکرام مہمان بھی سنت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کے لیے بچھڑے کو بھون کر کر پیش فرمایا تھا۔ حضرت لوطؑ اپنے مہمانوں کی حفاظت کی خاطر اپنی قوم سے کیا کہہ رہے تھے، کیا بھول گئے لہٰذا الاعمال بالنیات کے اصول کے تحت اس دیگ کو پکانے کھانے کی نیت نیک ہے لہٰذا اسے کھا لیا جائے۔

چودہویں رائے یہ آئی کہ حضورؐ نے دین میں عسر کے بجائے یسر کو پسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو مشکلات پیدا نہ کرو، اس اصول کے تحت اس بریانی کو کھایا بھی جا سکتا ہے، غیر مسلم کو کھلایا بھی جا سکتا ہے، اسے فی سبیل اللہ بھی دیا جا سکتا ہے، ہم خواہ مخواہ کئی گھنٹوں سے تکلیف مالا یطاق میں مبتلا ہیں، دین ہمیں تکلیف میں مبتلا کرنے کے لیے نہیں آیا، سہولت، آسانیاں، مہیا کرنے آیا ہے، ہم خواہ مخواہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال رہے ہیں۔

پندرہویں رائے یہ آئی کہ سور کی یخنی میں تیار کردہ بریانی پر اجتہاد کیا بھی جا سکتا ہے یا نہیں؟ بنیادی سوال یہ ہے کہ اجتہاد کن امور میں ممکن ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں نصوص قرآنی سے رجوع کیا جائے اور کسی مستند معتبر عالم باعمل سے رجوع کیا جائے۔ جب عالم سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اجتہاد کا معاملہ نہیں ہے یہ نصوص کا معاملہ ہے۔ یہ دیگ حرام ہے اس کا کھانا کھلانا تقسیم کرنا سب کچھ حرام ہے، اس پر ایک عہد جدید کے مجتہد نے سوال کیا کہ حضرت والا آپ کی تنقید اور فتویٰ بے کار ہے پہلے ہمیں بریانی کی دیگ کا متبادل بتلایے ہم بھوک سے بے تاب ہیں، چھ گھنٹے سے بحث ہو رہی ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حرام کا متبادل یہ ہے کہ حرام کو ترک کر دو

اور حلال کھانا پکا کر کھاؤ۔ حلال کھانا فی الحال دستیاب نہیں ہے تو بھوکے رہو، آخر رمضان میں اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کے روزے رکھتے ہو یا نہیں۔ اللہ کی نافرمانی میں ایک لمحہ گزارنے سے بہتر ہے کہ اللہ کی فرماں برداری اختیار کرلو۔

اسلامی بینکاری اجتہاد کا مسئلہ ہی نہیں ہے:

بینکاری میں اسلام کاری اجتہاد کا مسئلہ نہیں ہے، نصوص کا اور اصول کا مسئلہ ہے جس فن کی بنیاد سرمایہ، حرص وحسد، مسابقت مسلسل، منافع خوری، نفع اندوزی، زر سے زر میں اضافہ تعیشات زندگی کا حصول، آزادی [Freedom]، کائنات کی تسخیر، خراج مزاج [consumerism] دنیا سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کے فلسفہ، افادیت پسندی utilatarianism نظریہ ایجابیت pregmatism ہو، اس دیگ پر فاتحہ خوانی سے دیگ حلال نہ ہوجائے گی۔ محترم تقی عثمانی صاحب اسلامی بینکاری کے مسئلے کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں یہ درست ہے کہ اب اس کاروبار سے ان کے خاندان، وابستگان، طلباء کی کثیر تعداد وابستہ ہوگئی ہے اور روزگار اور فراواں رزق کے ذرائع پہلی مرتبہ علماء کو حاصل ہوئے ہیں لیکن اس کاروبار سے جس قدر جلد توبہ کرلی جائے بہتر ہے۔ یہ انا کا معاملہ نہیں ایمان کا معاملہ ہے۔ مومن کو غلطی کا احساس زندگی کے کسی موڑ پر ہو وہ حضرت آدمؑ کی طرح اپنے رب سے توبہ واستغفار کے کلمے سیکھنے کے لیے بے تاب ہوجاتا ہے۔ الحمدللہ ہمیں کلمے سیکھنے کی ضرورت نہیں یہ کلمے تو ہماری زبان پر صبح وشام جاری ہیں بس دنیا کے فائدوں سے کنارہ کشی کی مشقت برداشت کرنے کی ضرورت ہے۔ اخوان المسلمین کے علماء وفضلاء نے ناصر اسلامی بینک کے جواز کا فتویٰ دیا وہاں ملازمتیں حاصل کیں، اس کے شرعی مشیر بنے، لیکن جب حق واضح ہوگیا تو اس سے الگ ہوگئے، ملازمتیں چھوڑ دیں اس کے خلاف کفر کے فتوے دیے۔

حضرت والا تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں نہایت ادب واحترام وعاجزی سے یہی گزارش ہے کہ وہ مغربی فکر وفلسفے اور سوشل سائنس کی کافرانہ ملحدانہ بنیادوں کا مطالعہ فرمانے کے بعد بینکاری کے اسلامی ہونے کا جواز مہیا فرمائیں۔

شیروانی کی کتر بیونت ہو تب کر کے مریض کے جسم کے مطابق کردو:

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری کو معلوم تھا کہ مستقبل میں اجتہاد کرنے والے دین کو کیا سے کیا کر دیں گے، لہٰذا انھوں نے عالم اسلام کی اس متوقع صورت حال اور مغرب کو سمجھے، پڑھے اور اس کی واقفیت حاصل کیے بغیر اسلام میں اجتہادات اور بدعات کرنے والوں کے لیے ایک عجیب تمثیل بیان فرمائی۔ امیر شریعت نے کہا ایک تنومند، چاق وچوبند، خوبصورت، کڑیل جوان تھا۔ جب شیروانی پہنتا تو دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے اس کا جمال غضب کا تھا۔ لوگ اس کی چال ڈھال پر رشک کرتے۔ اب ہوا یہ کہ بے چارہ نوجوان بیمار ہوگیا۔ بیماری طویل ہوئی علاج معالجہ جاری رہا لیکن بے چارہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔ چہرہ فق، سینہ شق، دل سرد اور رنگ زرد ہوگیا۔ بے چارے کا چلنا پھرنا مشکل تھا، لوگ اسے دیکھتے تو حسرت کرتے کہ یہ وہی جوان رعنا ہے جس کی چال اور لباس ایک دنیا کے لیے باعث رشک تھی۔ نوجوان نے ایک دن خواہش ظاہر کی کہ اسے شیروانی پہنائی جائے، شیروانی حالت صحت میں سلوائی گئی تھی اب اسے اس کے جسم پر رکھا گیا تو بالکل بے ڈھب نظر آئی۔ شیروانی پہنائی گئی تو نوجوان کی عجیب مضحکہ خیز شکل نظر آئی۔ کندھے ڈھلکے ہوئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کھونٹی پر خوبصورت کپڑے کو لٹکا دیا گیا ہے۔ یہ حال دیکھا تو احباب نے مختلف مشورے دیے، کسی نے کہا کہ درزی کو بلاؤ کسی نے کہا

کہ آستین چھوٹی کردو۔ کسی نے کہا کہ کندھے کم کر دیے جائیں، ہر شخص شیروانی کی اصلاح ترمیم میں مصروف ہو گیا۔ کسی نے چاک رفو کرنے کا حکم دیا، کسی شخص نے اس بات پر توجہ نہ دی کہ شیروانی کی اصلاح کے بجائے نوجوان کی صحت پر توجہ دی جائے۔ اس کی صحت بحال کر کے اسے شیروانی پہننے کے قابل بنایا جائے۔ ہر ایک مجتہد کا اصرار بس یہی تھا کہ شیروانی میں کتر بیونت کر کے اسے بیمار جسم کے مطابق ٹھیک کر دیا جائے۔ عالم اسلام کے بیشتر مجتہدین کا حال اس سے مختلف نہیں ہے۔ وہ اسلام کے مرد بیمار ''مسلمان'' کو صحت مند کرنے کے بجائے اس کی روحانی اور نفسانی بیماریوں کا علاج کرنے کے بجائے اسلام کی اصلاح، اسلام میں ترمیم و اضافے کے درپے ہیں۔ اگر آج مسلمان معاشرہ بگڑ گیا ہے وہ حرص دنیا کا اسیر ہے اس کی اخلاقی و روحانی صحت تباہ و برباد ہے تو اس کی اصلاح کی جائے نہ کہ اسلام کی اصلاح کی جائے۔ اور شرعی حیلوں کے ذریعے بگڑے ہوئے مسلمان کو بگڑا ہوا رہنے کے لیے شرعی دلائل مہیا کیے جائیں اس مقصد کے لیے اسلام میں مغرب کی پیوندکاری کی جائے۔ ہمارے مجتہدین حاضر دراصل مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے بجائے اسلامی اصولوں کی ترمیم اصلاح اور تشکیل نو میں مصروف ہیں۔ جمال الدین افغانی عبدہٗ علامہ اقبال سے یوسف قرضاوی اور حضرت مفتی عثمانی سب کا طرز عمل اپنے اپنے دائروں میں کم و بیش یہی ہے۔ اس طرز عمل سے نجات کے ذریعے ہی اس امت کی نجات ممکن ہے۔ اسلامی شخصیت اسلامی معاشرت اسلامی تہذیب کو راسخ، نافذ اور غالب کیے بغیر مغرب سے مرعوبیت باقی رہے گی۔ بگڑی ہوئی اسلامی شخصیت کے لیے دین کو بگاڑنے کا نام اجتہاد نہیں ہے اسی لیے اللہ نے اعلان فرمایا کہ اگر ایک متنفس بھی اس کا نام نہ لے تو اس کی بادشاہی پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ ہماری جگہ کسی اور کو لے آئے گا اس کا دین ہمارے جیسے مسلمانوں کا محتاج نہیں۔ پوری دنیا اجتہاد کر کے دین کو بدل دے تو اللہ کا دین تب بھی نہیں بدل سکتا۔ اجتہاد کی اسی روش کے پیش نظر شیخ زید سینٹر کے علمی مجلّے میں این ای ڈی یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی کے دو اہل علم کا مضمون شائع ہوا ہے جس کے مطابق زنا کاری کے مواقع عام ہونے کے باعث زنا کی سخت سزا کا اطلاق نہیں ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے حالات زمانہ مواقع بدل گئے، تغیر اسی کا نام لہٰذا شریعت اسلامی اس تغیر کی مطابقت میں اپنا اصول تبدیل کرنے کے لیے نئے اصول وضع کرے کہ شریعت آسانی کا نام ہے، مشکل کا نام نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حالات کے لحاظ سے شریعت بدلتی رہتی ہے۔

رسالت مآبؐ نے فرمایا میں کفر اور قرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ حضورؐ قرض کو کفر کی صف میں رکھتے ہیں۔ فرمایا ہاں [نسائی] جناب تقی عثمانی صاحب اسلامی بینکاری کے ذریعے قرض کے کفر کو امت مسلمہ میں عام کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ امت کو سادگی، بے نیازی اور دنیا کے لہو و لعب سے دور رکھنے کے بجائے امت کے بال بال کو قرض میں جکڑ دینے کی دعوت نسائی کی حدیث کی روشنی میں کیا کہہ رہی ہے؟ کیا تقی عثمانی صاحب کی نظر سے وہ حدیث نہیں گزری کہ بہترین ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے [یعنی ضرورت سے زیادہ نہ ہو] [احمد] لیکن اسلامی بینکاری کے ذریعے رزق کفاف کی اسلامی روایت تہس نہس ہو رہی ہے اور تعیشات زندگی کو ضروریات زندگی کا درجہ عطا کر دیا گیا ہے۔ مغرب اس کے فلسفے، جدید سائنس و سوشل سائنس سے عدم واقفیت کے بغیر تقی عثمانی صاحب کے فتوے قابل عمل نہیں۔ ارشاد رسالت مآب ہے ''جو بغیر واقفیت کے فتویٰ دے تو اس غلط فتوے کا گناہ اس مفتی کے سر ہو گا۔ [ابوداؤد] ایسے ہی

فتوؤں کے لیے اس حدیث پر عمل ضروری ہے کہ ''استفتاء بالقلب'' اپنے قلب سے فتوی لو رزین کی عجیب وغریب حدیث ہے جس میں رسالت مآب نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا بھی ہوگا کہ جب لوگ منکر کا حکم دیں گے اور معروف سے روکیں گے اور یہاں تک نوبت آجائے گی کہ جب لوگ معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھیں گے۔ افسوس کہ یہ زمانہ ہمارے سامنے ہے۔ تقی عثمانی صاحب پر نقد جید علماء کرام کی ذمہ داری ہے علماء کو اس کا بخوبی احساس ہے لیکن بعض مصالح کے پیش نظر فی الحال وہ خاموش ہیں۔ ساحل اس موقع پر خاموش نہیں رہ سکتا کیونکہ ہمارے پیش نظر وہ حدیث ہے جس میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص دوسرے سے چمٹ جائے گا جب کہ وہ اسے پہچانتا بھی نہ ہوگا وہ پوچھے گا کہ یہ کیا قصہ ہے میرے تمہارے درمیان تو کوئی تعارف ہی نہیں وہ جواب دے گا کہ تم مجھے خطا و منکر میں گرفتار دیکھتے تھے مگر مجھے اس سے نہ روکتے تھے۔ [رزین]

ہم تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں چند سوا استفسارات پیش کررہے ہیں امید ہے کہ حضرت والا ان استفسارات کے جوابات عنایت فرمائیں گے ان جوابات کی روشنی میں اسلامی بینکاری کے جواز کے بارے میں یقیناً سوچا جاسکتا ہے۔

چند استفسارات؟

دنیا کی تاریخ میں کبھی کسی عالم نے فتوے کا معاوضہ وصول نہیں کیا۔ محتاط اندازے کے مطابق اب تک ایک کروڑ ۸۵ لاکھ فتوے بلا معاوضے جاری کیے گئے لیکن بلاسودی بینکوں اور مضاربہ کمپنیوں کو کاروبار کے جواز کے فتوے دینے اور روزانہ ان کے سوالات کا جواب دینے کے لیے بھاری معاوضہ وصول کیا جارہا ہے۔ جب کہ سلف سے خلف تک فتویٰ دینے کے معاوضے کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ اس بدعت کا اسلامی جواز کیا ہے؟ کیا نیوز ویک کی رپورٹ صحیح ہے جس کے مطابق دنیا بھر کے بینکوں کی مشاورت کے معاوضہ میں ہر بینک شرعی مشیر کو اوسطاً پچاس ہزار پونڈ سالانہ دیتا ہے اور تقی عثمانی صاحب نیوویک کے مطابق آٹھ غیر ملکی بینکوں کی شرعی مشاورت فرمارہے ہیں۔ اس رپورٹ کے تحت ایک اہم اسلامی شرعی مشیر کی سالانہ آمدنی چار کروڑ روپے سے تجاوز کرجاتی ہے۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ حضرت والا نیوز ویک کی رپورٹ سے پیدا ہونے والے شکوک کی گرد صاف کرنے کے لیے مشاورت سے ہونے والی آمدنی اور اپنے اثاثوں سے امت کو آگاہ فرمادیں اور یہ بھی بتلادیں کہ اسلامی بینکاری کے کاروبار سے وابستہ آپ کے کتنے قریبی افراد بینکوں سے سالانہ کتنے لاکھ روپے کا فائدہ مختلف صورتوں میں اٹھارہے ہیں؟ کیا یہ فوائد جائز ہیں؟ ان فوائد پر کتنے محصولات ادا کیے گئے ان کی تفصیلات امت کے سامنے پیش کردی جائیں تو بہت سے شبہات اور غلط فہمیوں کا خود بخود ازالہ ہوجائے گا۔

☆ میزان بینک کا دعویٰ ہے کہ وہ سود کا متبادل مہیا کرتا ہے اور وہ پاکستان کا پہلا اسلامی بینک ہے، لیکن اسٹیٹ بینک کے قواعد وضوابط، ٹریژری بلز کے لین دین، اسٹاک ایکسچینج میں بینک کی شمولیت اور موجودہ مروجہ قواعد بینکاری کے مطابق میزان بینک دیگر تمام سرکاری، نجی، اور شیڈولڈ بینکوں کی طرح سراسر اول تا آخر سودی بینکاری میں ملوث ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کراچی سے ایم بی اے کے طلباء کے لیے شائع کردہ کتاب Money & Banking in Pakistan کے صفحہ نمبر ۲۲۱ پر واضح الفاظ میں درج ہے کہ:

The only Islamic bank in existence in June 2003 was Meezan Bank,

which was typical of Islamic banks operating in the Gulf - highly secretive, guaranteeing fixed return on many instruments and operating at the top of the market.

یہ سطور میزان بینک کی سودی بینک کاری کی تائید و تصدیق کرتی ہیں۔ میزان بینک نے آج تک اس کی تردید نہیں کی لہٰذا سودی بینکاری کو اسلامی بینکاری کے نام سے متعارف کرانا کیا امت کو دھوکہ دینا، دجل، فریب نہیں ہے اس فریب کاری کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

☆ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی مذکورہ بالا کتاب ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی، اس کے ٹھیک ایک سال بعد میزان بینک کے مشیر مذہبی جناب تقی عثمانی صاحب نے میزان بینک کی سالگرہ پر ۴؍دسمبر ۲۰۰۵ء کو روزنامہ امت [صفحہ ۵، ۷] کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:

امت: اس وقت جاری نظام سے کس حد تک مطمئن ہیں؟

تقی عثمانی: مثالی نظام مشارکہ اور مضاربہ معاشی انصاف فراہم کرسکتا ہے وہ وقت ابھی دور ہے کیونکہ مشارکہ اور مضاربہ کا استعمال Assests سائڈ پر بہت کم ہے اور استعمال کم ہوئے پھر ان کی بنیاد میں اوپر Investment کم ہے لہٰذا اس کی جگہ ثانوی نوعیت کی پروڈکٹ اجارہ، مرابحہ، diminishing، musharika وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ ان میں مشکل یہ ہے کہ bench mark وہی رہتا ہے جو سودی نظام میں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو روپیہ ادھار دینے کے بجائے کتاب بیچ دی کہ چھ مہینے بعد دینا۔ کتاب بیچی لیکن نفع fix کر دیا اور ایک مخصوص مدت بعد وصولنے کا معاہدہ کرلیا۔ اس منافع کمانے کا بینچ مارک وہی ہے جو سودی نظام کا ہے اس لیے اسلامی نظام کے معاشرے پر جو اثرات ہونے چاہیے تھے وہ ابھی تک نہیں ہو رہے۔ ثانوی ذرائع استعمال کرنے کی بڑی وجہ اسلامی بینک نجی ہیں کوئی بھی حکومت Sponsored نہیں۔ قوانین کے پابند، Taxes وغیرہ، لہٰذا بہت محدود دائرے میں کام کرتے ہیں۔ اس لیے مجبوراً مارکیٹ میں رہنے کے لیے bench mark وہی استعمال کر رہے ہیں۔ روایتی بینک والی اس کی وجہ سے مطلوبہ اثرات پوری طرح حاصل نہیں ہو رہے۔

اس جواب میں حضرت نے واضح الفاظ میں اعتراف فرمایا کہ ’’مشارکہ مضاربہ کا استعمال اثاثوں کی طرف بہت کم ہے اور ثانوی ذرائع اجارہ مرابحہ استعمال ہو رہے ہیں۔ ان میں مشکل یہ ہے کہ Bench mark وہی رہتا ہے جو سودی نظام میں ہے۔ حضرت خود فرماتے ہیں کہ اسلامی بینک پیسہ دینے کے بجائے چیز دیتے ہیں مثلاً کتاب بیچی لیکن نفع fix کر دیا اور ایک مخصوص مدت بعد وصولنے کا معاہدہ کیا۔ اس منافع کمانے کا بینچ مارک وہی ہے جو سودی نظام کا ہے۔‘‘ جب میزان بینک کے مشیر شرعی خود اعتراف فرما رہے ہیں کہ میزان بینک کے کاروبار کا تمام تر طریقہ ضابطہ قاعدہ سودی نظام کا ہے اور نفع متعین ہے تو میزان بینک کے اسلامی بینک ہونے کا کیا جواز ہے؟ کیا ایک مکمل سودی بینک سے غیر سودی معاملہ کیا جاسکتا ہے؟ کیا میزان بینک کو اسلامی بینک قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیا سود کو کسی اور نام سے عام کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

☆ کیا اسلامی طرز زندگی میں کسی ادارے یا بینک کو اس بات کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کے خلاف طرز زندگی کو فروغ دے اس کے لیے لوگوں کو اکسائے اور ان کی خواہشات نفس کو بھڑکا کر اپنا کاروبار

چکائے کیا اسلام لوگوں کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر معیار زندگی اختیار کرنے کے لیے سود پر یا بغیر سود قرض لینے کی اجازت دیتا ہے۔ کیا قرض لے کر اعلیٰ معیار زندگی اختیار کرنا اسلامی معاشرے اور اسلامی شخصیت کو مطلوب ہے؟ جو ادارے خصوصاً میزان بینک اس قسم کی معیشت اور ثقافت کو عام کر رہے ہوں ان کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

☆ میزان بینک عالیشان گاڑی، مکان کے لیے قرضے دیتا ہے لیکن ان قرضوں پر مقررہ شرح سے سود وصول کرتا ہے جسے نفع، مرابحہ، اجارہ کا شرعی نام دے کر مغالطہ پیدا کرتا ہے؟ کیا غیر اسلامی مسرفانہ عیاشانہ طرز زندگی اختیار کرنے پر اکسانا فساد فی الارض نہیں ہے اور مغربی طرز معاشرت یعنی کریڈٹ کارڈ کے قرض پر زندگی گزارنے پر مجبور کرنا قرآن کے نص کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ انا المبذرین کان اخوان الشیاطین۔

☆ رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ مقروض کو رعایت دو، رعایت دو، رعایت دو اور قرض ادا نہ کر سکے تو قرض معاف کر دو لیکن میزان بینک مقروض کو کسی قسم کی رعایت نہیں دیتا بلکہ قرض میں ایک دن کی تاخیر پر بھاری جرمانے عائد کرتا ہے اور اس بھاری جرمانے کو صدقہ کا نام دیتا ہے۔ کیا جبراً حاصل کی جانے والی رقم صدقہ ہے؟ کیا صدقہ دینے والا شرعاً مجبور ہے کہ صدقہ بینک کو دے؟ کیا بینک وہ محتاج ہے جو صدقہ وصول کرنے کا مکلّف ہے؟ کیا جرمانے کو صدقے کا شرعی نام دینا احکام الٰہی کے ساتھ مذاق نہیں ہے۔

☆ کیا یہ درست نہیں ہے کہ میزان بینک سرمایہ دارانہ نظام کیپٹل ازم کا کل پرزہ ہے لہٰذا یہ صرف سرمایہ داروں اور سرمایہ داری کی افزائش کے لیے کام کرتا ہے۔ میزان بینک سے صرف نئی گاڑی کے لیے قرضہ مل سکتا ہے کیونکہ نئی گاڑی کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا قسطیں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور زیادہ قسطوں پر زیادہ سود ملتا ہے لیکن میزان بینک پرانی گاڑی، گدھا گاڑی وغیرہ کے لیے قرضہ نہیں دیتا کیونکہ اس میں شرح سود اور منافع بہت کم ہو جاتا ہے اور سودی بینکاری کا اصل ہدف زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ہے۔ اس کا مقصد افادہ عام نہیں نہ ہی عام لوگوں کو فائدہ پہنچانا بلکہ اس طبقے کی خدمت کرنا جو پہلے ہی خود کفیل ہے اور مزید امیر بننا چاہتا ہے۔ کیا اسلام عادلانہ منافع کی شرط عائد نہیں کرتا؟ کیا اسلام میں زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی اجازت ہے تاکہ عام لوگوں کا استحصال ہو۔ میزان بینک کے لیے کیا حکم ہے؟ میزان بینک کی جانب سے نئی گاڑی کے قرضے کی سہولت کو اگر صرف ایک سادہ معاملے کے طور پر دیکھا جائے گا اور بینک اور سرمایہ دارانہ نظام اور زیادہ سے زیادہ منافع کا پس منظر سامنے نہ ہوگا تو کوئی بھی مفتی نہایت سادگی سے اس کے جواز کا فتویٰ دے سکتا ہے اور بعض عیار لوگ علماء کرام کو اصل بات بتائے بغیر فتویٰ لیتے ہیں مثلاً اگر کسی مفتی سے سادگی سے یہ پوچھ لیا جائے کہ حضرت میرے پاس ایک کروڑ روپے ہیں تو اس مال میں میرا تصرف ہوگا میری مرضی ہوگی یا کسی اور کی۔ ظاہر ہے اس کا سیدھا سا جواب یہی ملے گا کہ جی آپ کی اس اصول کے تحت اسلامی بینک والے والے یہی موقف اختیار کریں گے کہ ہمارا مال ہے ملکیت ہے، ہم جس کو چاہیں گے قرضہ دیں گے لہٰذا جب تک قرضہ دینے کے محرکات، وجوہات آپ کے سامنے نہ ہوں اس بات کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ تمام اسلامی اور غیر اسلامی بینک صرف زر سے زر کمانے، مال بنانے، پیسہ بٹورنے اور ارتکاز سرمایہ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ان کے منافع کی کوئی حد نہیں ہے، ان کے کاروبار کا مقصد شب و روز اپنے کاروبار کو وسعت دینا، منافع کے نئے نئے میدان تلاش کرنا اور اپنی شرح منافع میں ہر طریقے ذریعہ سے مسلسل اور مستقل منافع حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا یہ اسلامی اور غیر اسلامی بینک گدھا گاڑی، گھوڑا گاڑی، سیکنڈ ہیڈ کار کے لیے

کبھی قرضے نہیں دیں گے کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ قرض لینے والا بہت جلد کسی اور سے قرض لے کر، کمیٹی ڈال کر، کوئی کام کر کے قرضہ ادا کر دے گا جو قرض جس قدر جلد ادا ہوگا اس پر بینک کے منافع کی شرح سب سے کم ہوگی جو قرض جتنی تاخیر سے ادا ہوگا وہ قرضہ بینک کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوگا لہٰذا بینکاری کا اصل مقصد پیسہ کمانا ہے خدمت کرنا نہیں۔ دوسرے یہ کہ سکنڈ ہینڈ گاڑی، گدھا گاڑی، گھوڑا گاڑی کی انشورنس نہیں ہوتی جب کہ قرضے کے لیے انشورنس ضروری ہے۔ لہٰذا اسلامی بینکاری بھی صرف امراء کو فائدہ پہنچاتی ہے اور زر کے ذریعے زر پیدا کرتی اور زر کماتی ہے اس میں محنت اور نقصان کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا بینکاری کی مابعد الطبیعیات، الٰہیات، سرمایہ داری اور سرمایہ دارانہ نظام سے واقفیت کے بغیر فتویٰ درست نہیں ہوگا۔ یہ بات واضح رہے کہ کوئی بھی اسلامی بینک متوسط اور غریب طبقوں کے لیے قرضے مہیا نہیں کرتا۔ قرضے صرف امراء کو دیئے جاتے ہیں، قرض کا اصول یہی ہے کہ اسے دو جو یہ ثبوت مہیا کر سکے کہ میرے اثاثے قرض سے زیادہ ہیں یا میں صاحب حیثیت ہوں، پر تعیش زندگی اور کنزیومر فنانس اسکیم کے باعث بینکنگ کے کاروبار میں زبردست [۳۵ فی صد] اضافہ ہوا ہے دوسری طرف پاکستان کا تجارتی خسارہ ۶ ارب ڈالر ہو گیا ہے۔ پاکستان کے ۳۴ کمرشل بینک اور تمام اسلامی بینک کنزیومر بینکنگ کی وجہ سے پھل پھول رہے ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں اس شعبے کے قرضہ جات ۹۶ بلین تھے جو دسمبر ۲۰۰۵ء میں ۲۵۷ بلین روپے ہو چکے ہیں۔ گویا تمام سرمایہ کاری تعشیات اور مسرفانہ زندگی کے نام پر کی جا رہی ہے۔ ذاتی قرضے اور کریڈٹ کارڈ کے نام پر ۱۳۷ بلین روپے کے قرضے لوگوں کو دیئے گئے، ہر شخص قرض کی سنہری زنجیر میں جکڑا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ بینکوں سے استفادہ کرنے والے ننانوے فی صد لوگ صرف پانچ بڑے شہروں سے تعلق رکھتے ہیں، کیوں کہ شہر ہی سرمایہ داری کی محفوظ پناہ گاہ ہوتے ہیں اور شہر والے اسلامی طرز زندگی کو جدیدیت کی چکا چوند میں بھول جاتے ہیں اور شہروں میں بعض جدیدیت پسند علماء جو آٹے میں نمک کے برابر ہوتے ہیں لوگوں کے غیر اسلامی رویوں اور طرز زندگی کی شرعی تاویلات مہیا کرتے ہیں۔ محترم تقی عثمانی صاحب اس صورت حال پر کیا تبصرہ فرماتے ہیں۔

☆ میزان بینک سمیت دنیا میں کوئی بھی ایک بینک ایسا نہیں ہے جو زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کو اپنا ہدف نہ بناتا ہو۔ کیا میزان بینک نے منافع کے حصول کی کوئی حد مقرر کی ہے اگر نہیں تو کیا میزان بینک مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے فلسفے کے تحت ھل من مزید کے فلسفے کو صراط مستقیم سمجھتا ہے؟ سرمایہ دارانہ نظام میں حرص وحسد کو مرکزی مقام حاصل ہے اور سرمایہ دارانہ انفرادیت ارتکاز دولت کی ہر صورت کو جائز قرار دیتی ہے۔ کیا اسلام وحشیانہ منافع کمانے کی اجازت دیتا ہے؟ کیا عادلانہ منافع سے انکار کرنے والے میزان بینک کو اسلامی بینک کہا جا سکتا ہے؟

☆ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ جو شخص مقروض مرا اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ شہید اگر مقروض ہے تو جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔ ان احکامات کی روشنی میں لوگوں کو اشتہار بازی کے ذریعے مقروض کرنا کیا سنت وحدیث سے انحراف نہیں ہے؟ کیا اسلام میں اس انحراف کی اجازت ہے؟

☆ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے کھاتے داروں کی تعداد تین کروڑ ہے لیکن ان کھاتے داروں کی رقومات سے قرضے لے کر کاروبار کرنے اور صنعتیں لگانے والوں کی تعداد ۰.۰۰۰۳ فیصد ہے۔ ان ۰.۰۰۰۳ فی صد میں کتنے

سرمایہ کار ہوں گے جو غیر سودی سرمایہ سے اپنے کاروبار کو منظم کرنا چاہیے ہیں۔ محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد ۰.۰۰۰۰۰۸ فیصد بھی نہیں ہے۔ کیا اس اقلیت کی خاطر اسلامی بینکاری کا فریب دینا شرعاً جائز ہے؟ کیا اسلامی معاشرے میں ہر شخص کو مقروض بنانا بینکوں کا اسیر بنانا شرعاً جائز ہے یا شریعت کو مطلوب ہے؟ کیا میزان بینک کو اس بات کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ پوری امت کو قرض کی زنجیر میں اسلام کے نام پر جکڑ دے؟

☆ دنیا بھر کے ماہرین معیشت کا اجماع ہے کہ بینکاری کی بنیاد No Risk پر ہے۔ ہر بینک صرف اور صرف محفوظ منافع اور زیادہ سے زیادہ منافع کے لیے کاروبار کرتا ہے اس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں سے مقررہ شرح سود پر روپیہ وصول کر کے اسے محفوظ طریقے سے زیادہ شرح سود پر محفوظ ہاتھوں میں پہنچا دے اور حاصل شدہ سود سے ادائیگیاں کر کے اپنے منافع میں مسلسل اضافہ کرتا رہے۔ اسلامی بینکوں اور میزان بینک کا طریقہ کار بھی یہی ہے۔ کیا اس کافرانہ طریقے کی کسی طریقے سے اسلام کاری کی جاسکتی ہے؟

☆ میزان بینک کا براہ راست تعلق سود، سٹے، زر اور سرمائے کے بازار سے ہے۔ لہٰذا بغیر سود کے میزان بینک کا کاروبار ممکن نہیں ہے۔ کیا اس سودی کاروبار کو شرعی جواز دیا جاسکتا ہے؟

☆ غیر سودی بینکاری کا منصوبہ عالمی بینک کا منصوبہ ہے جس کا مقصد ان لاکھوں کاروباری لوگوں کی دولت و ثروت کو ریکارڈ پر لانا تھا جو بینکوں سے سودی لین دین کے باعث کاروبار نہیں کرتے تھے اس طرح کھربوں روپے عالمی بازار زر سے باہر تھے اور روپے کی اس طاقت کا اندازہ نہیں ہوتا تھا اور یہی روپیہ اسلامی تحریکوں، مدارس، مساجد، دینی لٹریچر کی سرپرستی میں خرچ ہوتا تھا۔ اسلامی بینکاری کے نام پر عالمی بینک نے ان لاکھوں لوگوں کی دولت کو اپنے شکنجے میں کس لیا جو خاموشی سے خیر کے کاموں میں مدد کرتے تھے۔ میزان بینک بھی عالمی بینک کے اس وظیفے کو پورا کر رہا ہے۔ کیا امت کے لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ ان اسلامی بینکوں میں اپنا سرمایہ نہ جمع کرائیں تاکہ دشمن کی نظروں سے محفوظ رہیں؟

☆ میزان بینک سے قرض لینے والے ہزاروں لوگوں میں سے اب تک صنعت کاری کے لیے کتنے لوگوں نے قرضہ لیا اور بڑی بڑی صنعتوں کے قیام سے میزان بینک نے کتنے لاکھ افراد کو روزگار مہیا کیا؟ ہماری معلومات کے مطابق میزان بینک کے سرمائے کا بھاری صنعتوں میں حصہ برائے نام بھی نہیں ہے۔ البتہ اس سرمائے سے صارفین کی اشیاء کی خریداری جاری ہے جیسے Consumer financing کہتے ہیں۔ کنزیومر کلچر کو فروغ دینا اسلامی طور پر درست ہے۔ کیا مومن good consumer ہوتا ہے یا bad consumer۔

☆ بلاسود بینکاری کے نام پر اور خصوصاً المیزان بینک کے نام سے صنعت کاری وغیرہ میں سرمایہ کاری کے بجائے تمام قرضے اشیاءِ صرف کار گھر وغیرہ کے لیے دیے جارہے ہیں تاکہ لوگوں کو پرتعیش زندگی کا عادی بنا کر اپنی آمدنی سے زیادہ اخراجات کے سودی طلسمی دھندے میں مبتلا کر کے امت مسلمہ کو تباہ کر دیا جائے۔ کیا میزان بینک سے اشیاءِ صرف کے لیے قرضے لینا شرعاً جائز ہے؟

☆ میزان بینک کے حامیوں کی جانب سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ تمام اعتراضات درست ہیں لیکن اس کا متبادل کیا ہے؟ کیا اسلام سود کے لین دین سے اجتناب کے سوا سود کا کوئی اور متبادل بتاتا ہے؟ سود لینے دینے والوں سے اللہ کی کھلی جنگ ہے۔ کیا صنعتوں تعیشات اور اعلیٰ معیار زندگی و ترقی کے لیے مسلمانوں کو اللہ سے جنگ پر اکسانا

اسلامی بینکاری ہے۔کیا میزان بینک کی بینکاری طاغوت محض نہیں ہے؟

☆ اسلامی بینکاری کا پہلا تجربہ ۱۹۶۷ء میں مصر میں کیا گیا جو ناکام ہو گیا۔۱۹۷۰ء میں کراچی کے ایک بینکار محمد احمد نے اسلامی بینک قائم کیا جو ناکام ہو گیا۔مصر میں اسلامی بینکاری کے خلاف شدید ترین مزاحمت کی گئی ہے لوگوں نے تمام سرمایہ نکال لیا لہٰذا حکومت کو بینکوں کی مدد کرنا پڑی۔کیا میزان بینک کے خلاف اسی قسم کی مزاحمت جائز ہے یا نہیں؟

☆ ۱۹۹۱ء میں وفاقی شرعی عدالت نے اس بات کی تصدیق کی کہ ملک کے مالیاتی نظام کو غیر سودی نظام میں تبدیل نہیں کیا گیا ہے اور موجودہ نظام مکمل طور پر سودی لین دین پر مبنی ہے۔۱۹۹۹ء میں سپریم کورٹ نے حکم جاری کیا کہ حکومت ۲۰۰۱ء تک ملک میں مکمل غیر سودی نظام رائج کرے۔اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی ۲۰۰۲ء میں کمیٹی کا کام نامکمل ثابت ہوا۔جسٹس تقی عثمانی کو شریعت بینچ سے نکال دیا گیا۔وفاقی شرعی عدالت پر دباؤ ڈالوا کر اسلامی بینکاری کے نظام کی طرف منتقلی کا پہلا حکم واپس لے لیا گیا۔ڈاکٹر عشرت حسین نے اسلامی نظریاتی کونسل کی ۱۹۸۰ء میں نافذ کی گئی اس پابندی کو اٹھا لیا کہ جس کے مطابق موجودہ مالیاتی سودی نظام میں اسلامی بینک قائم نہیں کیے جا سکتے۔ان حالات میں میزان بینک سراسر سودی بینکاری کے سوا کوئی اور کاروبار نہیں کر سکتا؟ اس صورت میں کیا میزان بینک سے کاروبار لین دین جائز ہے جب کہ یہ سو فی صد سود پر مبنی ہے صرف سود کا نام اسلامی اصطلاحات سے بدلا گیا ہے؟

☆ اسلامی بینکاری مالیاتی نظام کے تمام اہم مراکز اس وقت لندن، جینوا اور بہاماس میں ہیں، کسی بھی ایک اسلامی ملک میں نہیں کیوں کہ اس نظام کا خالق عالمی بینک اور آئی ایم ایف ہے تاکہ مسلمانوں کو غیر سودی بینکاری کے نام پر سودی کاروبار میں لگایا جائے۔اسلامی بینکاری اور میزان بینک سمیت تمام بینکوں کے لیے اسلامی اجتہادات ہارورڈ کے ادارے HIFIP ہاورڈ اسلامی فنانس انفارمیشن فورم کرتا ہے یہ اجتہادات عالم اسلام کے کسی مدرسے مسجد، خانقاہ میں نہیں ہوتے اور اسلامی بینکوں کے شرعی مشیران کا کام صرف یہ ہے کہ وہ HIFIP کے اجتہادات کو من وعن نافذ کرانے کے لیے شرعی حیلے تلاش کریں۔HIFIP میں علماء شامل نہیں ہیں۔کیا ایک غیر مسلم ادارے سے نام نہاد اسلامی بینکاری اور میزان بینک کے لیے کئے گئے اجتہادات مسلمانوں کے لیے قابل قبول ہو سکتے ہیں؟

☆ اسلامی بینکاری اور المیز ان کے مشیروں کی اکثریت کا اسٹاف بے پردہ خواتین پر مشتمل ہے۔جب یہ مشیر اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ اپنے عملے سے خواتین کو ہٹا سکیں تو یہ بے چارے عالمی سودی نظام کو کیسے اسلامی بینکنگ سے الگ کر سکتے ہیں؟ کیا ان حالات میں ان شرعی مشیروں کے فتوؤں کو اہمیت دی جا سکتی ہے۔

☆ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے شائع ہونے والی کتاب Politics of Islamic Finance میں اسلامی بینکاری اور المیز ان بینک کی بلاسود بینکاری کے جھوٹے دعوؤں کی حقیقت تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔اس کتاب کے رد میں المیز ان بینک یا مفتی تقی عثمانی کی جانب سے کچھ نہیں لکھا گیا۔اس صورت حال میں المیز ان بینک کا مقاطعہ ضروری ہے یا نہیں؟

☆ بینکاری سرمایہ دارانہ نظام کا ایک اہم جزو ہے، جہاں زر کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور اس خرید و فروخت کے نتیجے میں بینک جو منافع کماتا ہے وہ سود ہوتا ہے۔اسلامی بینکاری بھی جدید بینکاری کی طرز پر زر کا لین دین کرتی

ہے۔عملاً سودی بینکاری اور اسلامی بینکاری میں فرق نہیں ہے۔صرف اصطلاحات کا فرق ہے کہ اسلامی بینکاری میں اسلامی اصطلاحات کو استعمال کیا جاتا ہے جیسے اجارہ، مرابحہ وغیرہ۔کیا محض اصطلاحات کے فرق سے کوئی ادارہ شرعی جواز حاصل کرسکتا ہے؟

☆ اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۸۰ء میں فیصلہ دیا تھا کہ ''بینکوں میں مرابحہ اور اجارہ کا طریق کار سود کو پچھلے دروازے سے داخل کرنے کے مترادف ہے۔اس طریق کار کو کراہت کے ساتھ عبوری طور پر اپنایا جاسکتا ہے مستقل نہیں''......سوال یہ ہے کہ آج تمام اسلامی بینک اجارہ اور مرابحہ کے طریق کار کو مستقل چلا رہے ہیں اور اسلامی بینکوں کا اسی سے نوے فی صد لین دین اجارہ اور مرابحہ پر ہے۔کیا اس حکمت عملی کو مستقل بنیادوں پر اپنانا شریعت کے ساتھ مذاق نہیں ہے؟ المیز ان بینک بھی اسی اصول پر کام کررہا ہے۔کیا اس کا کاروبار جائز کہلاسکتا ہے؟

☆ جب اسلامی بینک قائم کیا جاتا ہے تو ابتدائی طور پر رقوم فراہم کرنے والے اور بعد میں کھاتے دار جو اپنا سرمایہ بینک میں رکھواتے ہیں ان کے بارے میں بینک کے پاس کوئی ایسا ضابطہ نہیں کہ وہ معلوم کرسکے کہ فراہم کردہ مسائل ر رقوم جائز ذرائع سے دستیاب ہوئیں یا ناجائز اور سودی ذرائع سے یعنی اس مال وسرمایہ کی شفافیت کے بارے میں کچھ علم نہیں ہوتا۔دوسری طرف جو شخص قرضہ حاصل کرتا ہے اس کے بارے میں علم نہیں ہوتا کہ وہ شخص یہ رقم جائز وحلال تجارت میں لگائے گا یا سودی کاروبار میں۔میزان بینک قوانین کے تحت کسی کو مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ لازماً حلال کاروبار میں پیسہ لگائے یا صرف حلال مال رکھنے والوں کا کھاتہ کھولے، مال کے معاملے میں تحقیق کا اختیار نہیں، بینک کسی کا کھاتہ کھولنے سے انکار نہیں کرسکتا، نہ کسی کو حلال وحرام کی قید لگا کر قرضہ دینے سے روک سکتا ہے۔اگر قرض لینے والا سودی کاروبار کرے اور اس رقم سے بینک کا قرضہ اتارے تو کیا بینک کے لیے ایسی رقم کا وصول کرنا جائز ہوگا؟ اور حرام مال رکھنے والے کھاتہ دار کے سرمایے سے اپنے سرمایے میں اضافہ جائز ہوگا؟

☆ اسلامی بینک جو کہ ایک ثالث کا کردار ادا کرتا ہے اس کا کام مالی وسائل حاصل کرنے والوں اور مالی وسائل فراہم کرنے والوں کے درمیان ثالث کا ہے کہ ایک فریق سے لے کر دوسرے ضرورت مند فریق کو وسائل فراہم کرے۔کیا اسلامی بینک زر سے زر کمانے کے اس لین دین پر منافع حاصل کرسکتا ہے؟

☆ کیا زر کی خرید وفروخت کا منافع سود نہیں ہے؟

☆ اسلامی بینکاری میں ایک عقد کا دوسرے عقد سے اختلاط ہوتا ہے۔مثلاً اسلامی بینکاری کے ابتدائی ومسائل مہیا کرنے والے انویسٹرز آپس میں مشارکت کرتے اور کھاتے داروں سے مضاربت کے نام پر معاملہ کرتا ہے۔مشارکت اور مضاربت کے اس ملاپ کو بینک ''مشارکہ'' کا نام دیا ہے۔سوال یہ ہے کہ مشارکت اور مضاربت کا یہ ملاپ درست ہے؟ اور بینک کن اصولوں پر اپنا منافع وصول کرسکتا ہے؟

☆ اسلامی بینک اسٹاک ایکسچینج میں اپنے آپ کو دیگر اداروں کی طرح رجسٹرڈ کرواتا ہے جہاں پر اس کے اسٹاک کی قدر دیگر سودی اداروں کے اسٹاک کے برابر ہوتی ہے اور اسلامی بینک کے اسٹاک پر بھی اسی طرح سٹہ کھیلا جاتا ہے جس طرح دیگر سودی اداروں کے اسٹاک پر کھیلا جاتا ہے۔کیا اسلامی بینک کے اسٹاک پر سٹہ کھیلا جاسکتا ہے؟ کیا اسٹاک ایکسچینج کے تحت کوئی بھی ادارہ اسلامی ادارہ کہلاسکتا ہے؟

☆ میزان بینک میں اکاؤنٹ کھول کر بطور مشارکہ یا مضاربہ کاروبار کرنا جائز اور درست ہے یا نہیں؟

☆ میزان بینک سے بالاقساط معاملہ کی صورت میں قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے ''صدقہ'' کے نام سے جو رقم لی جاتی ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

☆ عقدِ شرکت و عقدِ مضاربت کرتے وقت شرکت و مضاربت ختم نہ کرنے کی شرط لگانا شرعاً کیسا ہے؟ یعنی عقدِ شرکت و مضاربت کے دوران وقت متعین کیا جاتا ہے اور اس متعینہ مدت سے پہلے شرکت و مضاربت کو ختم نہ کیے جاسکنے کی شرط لگانا۔

☆ بینک کے اثاثہ جات کا انشورنس کیا جاتا ہے کیا شرعاً انشورنس جائز ہے؟ جب کہ بینکنگ کے نظام کو انشورنس کے بغیر برقرار نہیں رکھا جاتا اور اسلامی بینکاری کے نام سے بینکنگ کرنے والے ادارے انشورنس سے مستثنیٰ نہیں۔

☆ عقد کرتے وقت مضارب کو نفع کا تناسب معلوم نہیں، اس کی وجہ بینک میں مسلسل رقم کی آمد ہے۔ اختتامِ عقد کے وقت نفع کا تناسب معلوم ہو جاتا ہے کیا یہ جہالت مفسدِ عقد ہے یا نہیں؟

☆ کار اجارہ اسکیم کا کیا حکم ہے؟

☆ اجارہ متناہیہ بالتملیک یعنی مستاجر اجرت کی تمام قسطیں ادا کرنے کے بعد اسی شی مستاجرہ کا سابقہ عقد کی بناء پر مالک بن جاتا ہے۔ اس طرح کا اجارہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

☆ بینک جس چیز کو اجارہ پر فراہم کرے گا وہ انشورڈ ہوتی ہے۔ نقصان کی صورت میں ضمان بینک پر نہیں ہوتا بلکہ انشورنس کمپنی پر ہوتا ہے۔ اجارہ کی صورت میں اس سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

☆ بینک کو چلانے اور اس کی کارکردگی کو دیگر اسلامی بینکوں کے قریب کرنے کے لیے خروج عن المذہب یا تلفیق بین المذاہب جائز ہے یا نہیں؟ مثال کے طور پر مقروض پر دباؤ ڈالنے کے لیے کہ قرضہ بروقت ادا کرے دوسرے بینک سود لیتے ہیں جب کہ مذکورہ بینک میں ''صدقہ'' کے نام سے مقروض سے اتنی رقم لی جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

☆ مذکورہ بینک اسٹیٹ بینک کے ماتحت کام کرتا ہے جب کہ اسٹیٹ بینک کا معاملہ تمام بینکوں سے یکساں ہوتا ہے، اس میں قرض کا لین دین سود کی بنیاد پر ہوتا ہے جو کہ ہر بینک کے لیے ضروری ہوتا ہے، کیا مذکورہ بینک کے لیے اس مجبوری کے تحت سودی قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟

☆ بینک بیک وقت مضارب بھی ہے اور اپنا سرمایہ لگانے کی وجہ سے شریک بھی ہے اور عقد کرتے وقت یہ صورتحال ہے تو کیا ایک ہی وقت میں ایک آدمی ایک ہی معاملہ میں شریک بھی ہو اور مضارب بھی ہو کیا شرعاً یہ جائز ہے؟

☆ پاکستان میں اسلامی بینکاری کے بانیوں میں اسٹیٹ بینک کے ڈاکٹر زماں، محمد احمد اور محمد حسین چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ اہم ترین نام ہیں، ان تینوں حضرات نے نہایت اخلاص سے بلاسود بینکاری کے تجربات کیے اور مفتی تقی عثمانی صاحب نے آخر الذکر دو افراد کی نگرانی اور تربیت میں بینکاری کی سوجھ بوجھ حاصل کی۔ لیکن اب یہ دونوں بینکار اسلامی بینکاری سے توبہ کر کے جسٹس تقی عثمانی صاحب سے الگ ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر ارشد زماں نے جو بینکاری اور معیشت کے بہت بڑے ماہر ہیں چند ماہ قبل تحریری طور پر آپ سے اسلامی بینکاری میں سود کی یقینی آمزش پر بہت سے سوالات تحریری طور کیے تھے۔ آپ نے اس سوالنامے کا جواب کیوں نہیں دیا؟ علماء کرام کے پاس یہ سوالنامہ موجود ہے، لیکن امت کے شیرازے کو بچانے کے لیے مصلحتاً یہ سوالات شائع کرنے سے گریز کیا ہے۔ کیا ان ماہرین کی شہادت کے بعد بھی اسلامی بینکاری کی کوئی شرعی حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ [جاری ہے]